بسم اللہ الرحمن الرحیم

بیادگار: حضور حافظِ ملت علامہ شاہ الحاج عبد العزیز قدس سرہٗ بانی الجامعۃ الاشرفیہ

الجامعۃ الاشرفیہ کا دینی اور علمی ترجمان

ماہنامہ

اشرفیہ

مبارک پور

زیر سرپرستی:

عزیز ملت حضرت علامہ شاہ الحاج عبد الحفیظ صاحب قبلہ

سربراہ اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ

ذی الحجہ ۱۴۴۰ھ | اگست ۲۰۱۹ء | جلد نمبر ۴۳ شمارہ ۸

مجلس ادارت

مدیر اعلیٰ: مبارک حسین مصباحی

منیجر: محمد محبوب عزیزی

تزئین کار: مہتاب پیامی

مجلسِ مشاورت

مولانا محمد احمد اعظمی مصباحی

مفتی محمد نظام الدین رضوی مصباحی

مولانا محمد ادریس بستوی مصباحی

مولانا محمد عبد المبین نعمانی مصباحی

ترسیل زر و مراسلت کا پتہ

دفتر ماہنامہ اشرفیہ، مبارک پور

اعظم گڑھ یو۔ پی۔ ۲۷۶۴۰۴

THE ASHRAFIA MONTHLY

Mubarakpur. Azamgarh

(U.P.) India. 276404

قیمت عام شمارہ: 25 روپے

سالانہ: 250 روپے

چیک اور ڈرافٹ

بنام

مدرسہ اشرفیہ

بنوائیں

کوڈ نمبر ———— 05462

دفتر ماہنامہ اشرفیہ ———— 250149

الجامعۃ الاشرفیہ ———— 250092

دفتر اشرفیہ ممبئی فون/فیکس 23726122

سری لنکا، بنگلا دیش، پاکستان، سالانہ

500 روپے

دیگر بیرونی ممالک

20 $ امریکی ڈالر £ 15 پونڈ

نوٹ: آپ ماہنامہ اشرفیہ ہر ماہ انٹرنیٹ پر بھی پڑھ سکتے ہیں۔

http://www.aljamiatulashrafia.org

E.mail: ashrafiamonthly@gmail.com

A/c No. 3672174629

Central Bank Of India

Branch : Mubarakpur IFSC : CBIN0284532

اکاؤنٹ میں رقم جمع کرنے کے بعد آفس کے نمبر پر فون کریں یا بذریعہ ڈاک مطلع کریں۔ (منیجر)

مولانا محمد ادریس مصباحی نے فیضی کمپیوٹر گرافکس، گورکھ پور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ سے شائع کیا۔

مشمولات

اداریہ	عید قرباں اور ہماری ذمہ داریاں	مبارک حسین مصباحی	۳
	تبلیغیات		
دورۂ یورپ	حضور عزیز ملت کا تاریخی دورۂ یورپ	مولانا محمد ہارون مصباحی	۶
	تاریخیات		
سوانح	رئیس الاذکیاء مفتی غلام یزدانی اعظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	مفتی مجیب اشرف رضوی	۱۱
	فقہیات		
آپ کے مسائل	کیا فرماتے ہیں.............	مفتی محمد نظام الدین رضوی	۱۶
	اسلامیات		
درسِ قرآن	جہنمی خوراک اور پوشاک قرآنی آیات کی روشنی میں	مولانا محمد حبیب اللہ بیگ	۱۸
چشتیات	حضرت مخدوم سید اشرف جہاں گیر سمنانی دیار مرشد سے...	مفتی عبد الخبیر اشرفی مصباحی	۲۴
	شخصیات		
انوارِ حیات	حضور مجاہدِ ملت علیہ الرحمہ کی سیرت کے چند تابندہ نقوش	مبارک حسین مصباحی	۲۸
	سیاسیات		
آئینۂ وطن	مسلم اقلیتی طبقے کی پسماندگی کا ذمہ دار کون؟	ضیاء الدین برکاتی	۳۲
	بزمِ دانش		
فکر و نظر	آزادی ہند میں علما کا کردار اور موجودہ سیاسی صورت حال	مفتی ساجد علی مصباحی/مفتی مبشر رضا ازہر مصباحی	۳۵
	ادبیات		
نقد و نظر	مفتی اعظم بندیل کھنڈ/ولی کامل	محمد ابو ہریرہ رضوی مصباحی	۴۱
خیابانِ حرم	دعا و نعت	اویس رضا قادری/قمر جیلانی خان	۴۵
	وفیات		
سفرِ آخرت	اے مفتی مالوہ! آپ کی عظمتوں کو سلام	مفتی سید محمد صابر علی رضوی	۴۶
	مکتوبات		
صدائے باز گشت	مسلمانوں کو متحدہ طاقت بن کر باطل پرست درندوں کا منہ توڑ جواب دینا چاہیے		۴۹
	سرگرمیاں		
روداد چمن	وقت کی قدر کرنا اور مقصد پر نگاہ رکھنا کامیاب انسان کی علامت ہے/الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور میں انجمن اہل سنت و اشرفی دار المطالعہ کے افتتاح نو کی تقریب کا انعقاد		۵۰
خیر و خبر	دعوت اسلامی کا سنتوں بھرا اجتماع/جامعۃ المدینہ فیضان تاج الشریعہ کا افتتاح/بلیک برن انگلینڈ میں عرسِ صدر الشریعہ و تاج الشریعہ/دار العلوم انوار مصطفیٰ سہلاؤ شریف میں "جشنِ افتتاح بخاری"/دار العلوم قادریہ چریا کوٹ میں عرس صدر الشریعہ و تاج الشریعہ/مولانا قاری سخاوت حسین رضوی کا تعزیت نامہ/مسلسل بارش اور شدید طوفان		۵۳

اداریہ

عید قرباں اور ہماری ذمہ داریاں

مبارک حسین مصباحی

عید الاضحیٰ یعنی عید قرباں اسلام کا ایک مقدس تیوہار ہے۔ اس میں ہر صاحب استطاعت پر سال میں ایک بار قربانی کرنا واجب ہے۔ اس کا وجوب قرآن عظیم اور احادیث نبویہ سے ثابت ہے۔ چار ہزار سال پہلے اللہ تعالی نے اپنے پیغمبر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خواب میں دکھایا تھا کہ آپ اپنے فرزند ارجمند حضرت اسماعیل علیہ السلام کو اللہ تعالی کی راہ میں ذبح کر رہے ہیں۔ آپ نے نور نظر سے ذکر فرمایا تو ان کا جواب بھی یہی تھا کہ یہ اگر اللہ تعالی کا حکم ہے تو میں اس قربانی کے لیے بہ خوشی تیار ہوں، آپ نے منیٰ کی سرزمین پر اپنے لخت جگر کی گردن پر پوری طاقت سے چھری چلائی، دونوں نے اپنی اپنی آنکھوں پر پٹی باندھ لی تھی، اللہ تعالی نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ جنت سے دنبہ لے لو اور جلد جاکر چھری کے نیچے رکھ دو، چھری چلاکر جب آپ نے اپنی آنکھوں سے پٹی ہٹائی تو فرزند سامنے کھڑے مسکرا رہے تھے اور نیچے ذبح کیا ہوا دنبہ پڑا تھا۔ اللہ تعالی کو اپنے خلیل حضرت ابراہیم کی یہ قربانی اتنی پسند آئی کہ مستطیع امت محمدیہ علی صاحبہا الصلاۃ والتسلیم پر قیامت تک واجب فرمادی۔ قربانی تین دن تک ہوتی ہے۔

خاک ہند کے اکثر صوبوں میں ہندوتو نے اپنی گئوماتا کے ذبیحے پر قانونی پابندی عائد کردی ہے۔ مسلمانوں کو پابندی والے علاقوں میں گاے کی قربانی سے احتراز کرنا چاہیے یہ الگ بات ہے کہ آج ہندوستان سے سب سے زیادہ بیف کا گوشت ایکسپورٹ ہوتا ہے، ان تمام بڑی کمپنیوں کے مالک ہندو اور جین ہیں۔ اس گوشت کی دیگر ممالک میں سپلائی کا مطلب ہے کہ ہمارے ملک میں گایوں کو کاٹا جاتا ہے۔ کمپنیوں کے نام بظاہر مسلمانوں کے معلوم ہوتے ہیں۔ ان ناموں کا ایک مطلب تو ہندوستانی مسلمانوں کو فریب دینا ہے اور دوسرا اور بڑا مقصد خریداروں کو یہ یقین دلانا ہوتا ہے کہ ذبیحہ درست اور حلال ہے کہ یہ مسلم کمپنی سے درآمد ہوا ہے۔ عالم اسلام کو ان باتوں پر سنجیدگی سے غور کرنا چاہیے۔ اس کے ساتھ یہ بھی ایک سچائی ہے کہ حکومت گایوں کی پرورش اور حفاظت کے لیے کروڑوں روپے دیتی ہے مگر گئوشالوں کے ذمہ دار عام طور پر ان رقوم کو خود کھاجاتے ہیں اور گایوں کو بھوکا پیاسا مار دیتے ہیں۔ اسی طرح ہمارے ملک میں ہزاروں گائیں مرچکی ہیں اور جو گائیں آوارہ پھرتی ہیں ان سے بھی قیمتی فصلیں تباہ وبرباد ہوتی ہیں اور ان سب سے خاص بات یہ ہے کہ آج مسلمانوں پر گایوں سے متعلق فرضی الزامات لگائے جارہے ہیں اور ان جھوٹے جرائم کے بعد مسلسل ماب لنچنگ ہو رہی ہے اور اکثر مقامات پر انھیں جان سے بھی مارا جارہا ہے۔

ہم گفتگو کر رہے تھے اپنے پیارے آقا حضور ﷺ کی محبوب سنت واجبہ عید الاضحیٰ کے موقع پر ہونے والی تین روزہ قربانیوں کی۔ چند برسوں سے چرم کی قیمت بہت کم کردی گئی ہے۔ ان تین ایام قربانی میں کھالیں عام طور پر مدارس اسلامیہ میں پہنچتی تھیں جن سے مدارس کو کسی قدر فائدہ ہوتا تھا موجودہ اطلاعات یہی ہیں کہ بعض مقامات پر چرم قربانی کے جمع کرنے میں اتنا زیادہ روپیہ خرچ ہوجاتا ہے کہ فروخت کرنے کے بعد بھی کئی کئی ہزار روپے کا خسارا ہوجاتا ہے، اس لیے متعدّد مقامات پر یہ طے ہوا کہ انھیں دفن کردیا جائے، یا جلا دیا جائے، یا کاٹ کر پھینک دیا جائے۔ کیوں کہ گورنمنٹ سستی خریداری کراتی ہے اور حسب سابق مہنگی فروخت کرتی ہے اس طرح گورنمنٹ زبردست فائدہ حاصل کرتی ہے۔ ہم جب ان کھالوں کو مذکورہ طریقوں سے خرد برد کردیں گے تو گورنمنٹ کا نقصان ہوگا اس طرح وہ حسب سابق زیادہ قیمت دینا شروع کردے گی۔

اس سلسلے میں ہمیں چند باتیں عرض کرنا ہے کہ پہلے تو آپ یہ غور کریں کہ یہ کھالوں کی قیمت صرف تین دن کے لیے ہی تو کم نہیں کی جاتی ہے بلکہ ہمارے ملک میں قیمتوں کی یہی کمی بارہ مہینے رہتی ہے۔ اب مسلمان اگر یہ بھی کرلیں تو گورنمنٹ کو اس سے کتنا خسارا ہوگا۔ اس ضمن میں دوسری بات یہ ہے کہ ہمارے اس طے شدہ منصوبے پر ملک میں کتنا عمل ہوگا، زیادہ سے زیادہ پچاس سو مدارس میں یا کم از کم پانچ دس مدارس میں۔ اب ذرا غور کریں کہ ہم اس تعداد کی روشنی میں حکومت ہند کو کتنا نقصان پہنچا سکیں گے۔

ایک اہم سوال یہ ہے کہ ان کھالوں کو دفن کہاں کیا جائے گا۔ گاؤں میں چلیے اپنے کھیتوں میں دفن کیا جاسکتا ہے مگر گاؤں میں بھی ہر ایک کے پاس اپنی زمینیں نہیں ہوتیں اور دوسرا مسلمان اپنی زمین میں کیوں دفن کرنے دے گا، قصبات میں گاؤں سے بھی زیادہ زمینیں کم رہتی ہیں بعض شہروں

استاذ: جامعہ اشرفیہ مبارک پور

میں توقربانی کرنے والوں کورات کے سونے تک کی دقت ہوتی ہے۔ وہ حضرات اپنی قربانی کی کھالیں کہاں دفن کریں گے ؟

اسی منصوبے میں ایک رائے یہ بھی سامنے آئی کہ قربانی کی کھالوں کو نذر آتش کردیا جائے۔ سوال یہ ہے کہ اس جمہوری ملک میں جہاں اکثر مذاہب کے لوگ رہتے ہیں، آپ کھالیں جلائیں گے ان میں سے دھواں اٹھے گا، بدبو پھیلے گی، تعفن ہوگا، فضا آلودہ ہوگی توکیا دوسرے افراد اس کی شکایت نہیں کریں گے، دیگر مذہب کے لوگ اگر برداشت بھی کرلیں توکیا گورنمنٹ کے ذمہ داران اس سلسلے میں خاموش رہیں گے، ٹھیک ہے سارے مقامات پر یہ پریشانی سامنے نہیں آئے گی توکیا دہلی، ممبئی، حیدرآباد، احمد آباد اور لکھنؤ وغیرہ کی صورت حال کیا ہوگی، ہمیں جوبھی کرنا ہے بہت سوچ سمجھ کر طے کرنا ہے کہ کم ازکم ملک کے ہر گوشے میں اس اصول پر عمل کیا جاسکے۔

تیسری رائے یہ سامنے آئی کہ ان کھالوں کو کاٹ کر پھینک دیا جائے۔ ہم مانتے ہیں چند بااثر افراد تواس کو کرلیں گے مگر وہ کثیر حضرات جن کے اثرات ایسے نہیں ہیں، وہ حضرات کیا کریں گے ؟

آخر میں اب ہم مسئلہ شرعی پیش کرتے ہیں، یہ مال کا ضیاع ہے اور اپنے مال کا اپنے ہاتھوں سے ضائع کرنے کی شرعی اجازت نہیں ہے۔ شرعی مسائل واقعی پوری دنیا کی امت مسلمہ کے لیے ہوتے ہیں، اس کی ہمہ گیری اور افادیت ہر دور میں مسلّم رہی ہے۔

اب ہم خاص بات بڑی سنجیدگی سے عرض کرتے ہیں کہ اگر مدارس والے قیمت کے کم ہونے کی وجہ سے کھالیں نہیں لیں گے تو عوام اہل سنت کے درمیان یہ میسیج جائے گا کہ مولانا حضرات بھی فائدہ دیکھ کر گفتگو کرتے ہیں، زیادہ قیمت پر باہم کھالوں کے لیے جھگڑتے ہیں مگر جب قیمت کم ہوگئی توکوئی لینے کے لیے تیار نہیں، اس لیے ہمیں سنجیدگی سے اس رخ پر بھی غور کرنا چاہیے۔

بیل، بھینس، دنبہ، بکرا اور اونٹ کی قربانی انتہائی احتیاط کے ساتھ کرنا چاہیے صرف اتر پردیش میں نہیں بلکہ دیگر صوبوں، بہار، جھارکھنڈ، اڑیسہ، راجستھان، گجرات، مہاراشٹر، دہلی اور ایم پی وغیرہ ان مقامات پر بھی مسلسل پریشان کرنے کی کوششیں ہوتی رہی ہیں۔ اس لیے مسلمانوں کو چاہیے کہ قربانی کے جانوروں کو اپنے بڑے مکانوں کے اندر باندھیں، قربانی کرنے میں بھی یہ لحاظ رہے کہ دیگر مذاہب کے افراد سے پوشیدہ رہے اور جہاں باضابطہ گوشت کاٹنے کی قانونی اجازت ہے وہاں پوری احتیاط سے اپنا کام کریں، گندگی صاف کرنا ہماری اخلاقی ذمہ داری ہے، صفائی کا مکمل خیال کریں، گوشت لے جانے میں بھی مکمل پردے کا اہتمام کریں، ایسا نہ ہو کہ لیجانے میں گوشت نظر آئے اور خون گرتا ہوا دکھائی دے۔ گوشت بنانے کے بعد تمام سامان مکمل احتیاط کے ساتھ ان کے مقامات تک پہنچانے کا اہتمام کریں۔ اس طرح گوشت کاٹنے یا کھانا بنانے میں جو ہڈیاں نکلیں انھیں چھپا کر ان کی جگہوں تک پہنچوائیں۔ عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ ہڈیاں پھینک دیتے ہیں، انھیں کتے کھاتے پھرتے ہیں، دیگر حضرات طرح طرح کے مسائل پیدا کرتے ہیں۔

ان تمام چیزوں میں اس بات کا خصوصی خیال کریں کہ جہاں قربانی کرنا ہو پولیس وغیرہ کو پہلے اطلاع کردیں۔ ایسا نہ ہو کہ قربانی ہونے کے بعد رپورٹ درج ہوجائے کہ یہاں قربانی نہیں ہوتی ہے۔

عہد حاضر میں موجودہ حالات پر سب کی نگاہ تیز رہتی ہے حالات خراب کرنے اور کرفیو وغیرہ لگواکر شر پسند چاہیں گے کہ گزشتہ برس یہاں قربانی سے حالات خراب ہوگئے تھے اس لیے یہاں قربانی پر پابندی عائد کی جائے۔ فساد ہونے کی صورت میں مسلمانوں ہی کا جانی اور مالی نقصان ہوتا ہے اس رخ پر کسی تبصرے کی ضرورت نہیں۔

ایک بات یہ بھی ذہن میں رہنا چاہیے کہ قربانیاں دروازوں کے باہر کھلے مقامات پر کرنے سے گریز کریں اگر ہوسکے تو قصبات اور شہروں میں کچھ مقامات خاص کرلیں اور اگر کسی کا مکان بڑا ہو تو اس میں کریں، بڑے مکانوں میں صرف اپنی نہیں بلکہ دیگر حضرات کو بھی اجازت دیں۔

قربانی کے جانور، قربانی کرتے ہوئے، مقام قربانی اور وہاں موجود افراد کا فوٹو لے لیں یا ویڈیو بنالیں کیوں کہ شر پسند بعد میں بے ہودگی کرتے ہیں۔

اگر شر پسند افراد کسی علاقے میں قربانی کرنے پر دھمکیاں دے رہے ہوں یا موبائل سے دھمکی بھری باتیں کر رہے ہوں یا وہاٹس اپ کر رہے ہوں تو ان کے نام اور پتے اصلی یا فرضی اور ان کی دھمکی بھرے فون کال کو سیو کرلیں، قربانی سے پہلے مکمل نوٹ کرلیں اور ان تمام باتوں کی اطلاع علاقے کے تھانے، ایس پی کے دفتر، کلکٹر یا ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کے دفتر میں دے کر مہر شدہ نقل لے لیں تاکہ پولیس لاعلم ہونے کا بہانہ نہ بنا سکے۔ ایسا کرنے سے شرپندوں کے حوصلے پست ہوں گے، مگر واضح رہے کہ کہیں پر پولیس وغیرہ سے قربانی کی پرمیشن نہ مانگیں۔

اب آخر میں ہم قربانی کے بنیادی مقصد کی جانب آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتے ہیں۔

عہد حاضر میں جو انتہائی مہنگے جانور خریدے جاتے ہیں اللہ تعالی جل مجدہ نے اس کا حکم نہیں دیا ہے اب آپ خود غور کریں کہ ایک بکرا ڈیڑھ یا دو لاکھ کا خریدا جاتا ہے۔ اس طرح نمائش اور اپنے پڑوسیوں سے مقابلہ آرائی، ریاکاری اور مکاری کی جاتی ہے۔ قربانیوں کا مقصد اللہ تعالی اور اس کے پیارے حبیب ﷺ کی خوش نودی ہے اور نمائش، ریاکاری اور شہرت وناموری کی طلب اخلاص نیت پر پانی پھیر دیتی ہے۔

اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے:

”لَنْ یَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ یَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ“ [سورۃ الحج، آیت: ۳۷]

اللہ تعالی کو نہ ان کے گوشت پہنچتے ہیں اور نہ ان کے خون، ہاں تمھاری پرہیز گاری اس تک باریاب ہوتی ہے یعنی قربانی کرنے والے صرف نیت کے اخلاص اور تقوی کے شرائط کی رعایت سے اللہ تعالی کو راضی کر سکتے ہیں، عید قرباں محبت، ایثار اور بھائی چارے کا درس دیتی ہے۔ قربانی میں نمائش اور ریاکاری کا کوئی مطلب نہیں ہوتا بلکہ اصل تقویٰ اور اخلاص نیت ہیں۔ یہی چیز اللہ تعالی کی بارگاہ میں سرفراز ہوتی ہے اور اسی سے قربانی کرنے والا مخلص بندہ سرفراز ہوتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی صرف یہی قربانی نہیں تھی بلکہ آپ نے جان، مال اور اپنے لخت جگر سب اللہ تعالی کی خوش نودی کے لیے قربان کر دیے۔ اس لیے ہماری بھی اخلاقی اور ایمانی ذمہ داری ہے کہ ہم محض اللہ تعالی کی خوشنودی اور اس کے حبیب ﷺ کی رضا کے لیے اپنی زندگی کا ایک ایک عمل قربان کرنے کے لیے تیار رہیں، اسی میں ہماری دنیا اور آخرت کی بھلائی اور کامیابی ہے۔

یہ قربانی بارگاہ الہی جل وعلی میں مقبول ترین ہے۔ اللہ تعالی کے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام جب اپنے فرزند ارجمند حضرت اسماعیل علیہ السلام کو وادی منیٰ کی جانب لے کر چلے تو شیطان لعین نے پہلے حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالی عنہا، پھر حضرت اسماعیل علیہ السلام اور آخر میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نیک مقصد بیٹے کی قربانی نہ کرنے کے مشورے دیے مگر قربان جائیے ان تینوں کے عزم واستقلال پر کہ انھوں نے اس خبیث پر لعنت بھیجی اور پدر بزرگوار اور قریب چودہ سالہ پسر ہونہار نے اس پر کنکریاں ماریں، یہ کنکریاں مارنا بھی اسلامی تاریخ کا ایک حصہ بن گیا بالکل اسی مقام پر اسی انداز سے حجاج کرام رمی جمار کرتے رہیں گے۔

تاریخ اسلام کے اس رخ سے ہمیں یہ درس ملتا ہے کہ عید الاضحیٰ پر صرف قربانی کرنا ہی کافی نہیں ہے بلکہ ہمیں چاہیے کہ ہم اپنی زندگیوں میں در آئیں خامیوں کو بھی مکمل طور پر دور کرنے کا عہد کریں، جھوٹ، فریب، وعدہ خلافی، ظلم، ناانصافی، دہشت گردی، غیبت، چغل خوری، بدنظری اور بدعملی کو ہمیشہ کے لیے ترک کرنے کا عہد کریں۔ اسی کے ساتھ نماز، روزہ، حج اور زکاۃ کی ادائگی کا بھی عزم مصمم کریں، حق گوئی، صداقت شعاری، دوسروں کی خیر خواہی، بڑوں کا ادب، چھوٹوں پر شفقت کا مکمل عزم کرلیں۔ یہ نماز، قربانی، زندگی اور موت سب اللہ تعالی ہی کے لیے ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد باری تعالی ہے:

”قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝“ [سورۃ الانعام، آیت: ۱۶۲]

تم فرماؤ! بے شک میری نماز، میری قربانیاں، میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ تعالی کے لیے ہے جو رب سارے جہان کا ہے۔

اس مکمل گفتگو کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالی نے ہمیں مسلمان بنایا اور اپنے محبوب مصطفیٰ جان رحمت ﷺ کی امت میں پیدا فرمایا، مذہب اسلام ایک مقدس اور پاکیزہ مذہب ہے، اس کے اصول پوری دنیا کے لیے اہم اور قابل صد افتخار ہیں، اس میں اللہ تعالی نے ہمیں اپنے پیارے رسول ﷺ کے طفیل تیوہار اور خوشیوں کے مواقع بھی عطا فرمائے ہیں، مگر افسوس ہم میں سے بہت سے لوگ اسلامی شریعت پر عمل کرنے سے بھاگتے ہیں۔ ہماری کوتاہیوں کا نتیجہ ہے کہ ہم پوری دنیا میں پسماندہ نظر آتے ہیں اور خود ہندوستان میں مسلمانوں کی جو حالت ہے یہ کسی پر مخفی نہیں ہے۔ ماب لنچنگ میں مسلمانوں کو مارا جا رہا ہے، کبھی گائے کے نام پر اور کبھی جے شری رام نہ کہنے کی وجہ سے، متعدد جانیں اب تک جا چکی ہیں۔ عید قرباں بھی ایک اہم تیوہار ہے جس میں قربانیاں کی جاتی ہیں۔ حالات کے تیور بتا رہے ہیں کہ اس میں فساد ہو سکتے ہیں، خدا ہم سب کی حفاظت فرمائے، موجودہ حکومت نے جانوروں کے چرم کی قیمتیں اتنی کم کر دی ہیں کہ اہل مدارس کو بار بار غور کرنا پڑ رہا ہے، قربانی کی کھالیں مدارس اسلامیہ کی آمدنی کا ایک بڑا ذریعہ ہوتی تھیں مگر ہم اللہ تعالی کی ذات پر مکمل یقین رکھتے ہیں کہ وہ اپنے دین اور ہمارے ایمان وعمل کی حفاظت فرمائے گا، مدارس اسلامیہ رحمت دو جہاں ﷺ کی خصوصی توجہ کے محور ہوتے ہیں، سرکار ﷺ کی رحمتیں جاری تھیں، جاری ہیں اور انشاء اللہ جاری رہیں گی۔ اللہ تعالی ہم سب کی حفاظت فرمائے۔ ☆☆☆

حضور عزیز ملت کا تاریخی دورۂ یورپ

محمد ہارون مصباحی

اللہ کا بے پناہ شکر واحسان ہے کہ اس نے عزیز ملت علامہ عبدالحفیظ مصباحی عزیزی دام ظلہ سربراہ اعلی الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور کو یورپ کے ایک تاریخی تبلیغی دورے کی سعادت عطا فرمائی۔ آپ کا یہ دورہ ایک ہفتے کا تھا جس میں آپ نے یورپ کے مختلف ممالک مثلاً ہالینڈ، فرانس، جرمنی اور بلجیم کا سفر کیا اور وہاں منعقد ہونے والے مختلف جلسوں، کانفرنسوں اور اہم نشستوں میں شرکت فرما کر لوگوں سے خطاب کیا، سرکردہ علماے اہل سنت سے ملاقاتیں کیں، اہل سنت کے مختلف مراکز کا معاینہ کیا اور مناسب اصلاحات فرمائیں اور مفید مشوروں سے نوازا۔

ہم ذیل میں اس دورے کی تفصیلات پیش کرتے ہیں جس سے آپ کے اس دورے کی اہمیت وافادیت خود بخود واضح ہو جائے گی۔

۲؍ جولائی، دن منگل:

"جامعہ انوار العلوم، ہالینڈ" اور "حافظ ملت انسٹی ٹیوٹ، ہالینڈ" کے بانی مولانا سلطان احمد مصباحی اور جامعہ ہذا کے شیخ الحدیث وسرپرست حضرت علامہ مفتی شمس الہدی مصباحی استاذ الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور کی دعوت پر جانشین حضور حافظ ملت علامہ شاہ عبدالحفیظ مصباحی دام ظلہ پہلی بار ہالینڈ تشریف لے گئے۔ حضرت مفتی شمس الہدی مصباحی بذات خود حضور عزیز ملت کو لے کر یکم جولائی کو سفر پر روانہ ہوئے اور ۲؍ جولائی بروز منگل ہالینڈ کے ایک شہر "امسٹرڈم" کے انٹرنیشنل ایئرپورٹ پر پہنچے۔

ایئرپورٹ پر استقبال کے لیے علما، طلبہ اور عوام اہل سنت کا ایک ہجوم تھا، مختلف شہروں کے نمائندے پھولوں کے ہار لیے آپ کی آمد کے منتظر تھے جن میں حضرت مفتی شفیق الرحمن مصباحی، امسٹرڈم، مفتی سلطان احمد مصباحی، دین ہیگ، مفتی سرفراز احمد مصباحی، زوالو، مولانا ناظم علی قادری، امسٹرڈم، مولانا انور رضوی، یترینخت، مولانا مشتاق نورانی، الکمار، مولانا انور چشتی، روٹرڈم، مولانا شیراز اشرفی، امسٹرڈم، مولانا نظام الدین مصباحی، حاجی محمد علی وغیرہ اپنے رفقا کے ساتھ وہاں موجود تھے۔

جوں ہی حضور عزیز ملت ایرپورٹ سے باہر تشریف لائے لوگوں نے پر جوش نعروں سے آپ کا استقبال کیا اور دست بوسی کا شرف حاصل کیا۔

ایئرپورٹ سے روانہ ہو کر آپ سب سے پہلے حاجی محمد شریف جہاں گیر، امسٹرڈم کے دولت کدہ پر تشریف لے گئے، ناشتہ کیا اور پھر حاجی صاحب کے فرزند جناب محمد اسماعیل کے گھر میں کچھ دیر آرام کیا۔

اسی دن شام کو جامعہ انوار العلوم، امسٹرڈم، ہالینڈ میں ایک استقبالیہ پروگرام رکھا گیا جس میں عوام اہل سنت نے کثیر تعداد میں شرکت کی، مفتی شمس الہدی مصباحی نے حضور عزیز ملت کا تعارف کرایا، پھر عزیز ملت نے "حافظ ملت اور الجامعۃ الاشرفیہ" کے عنوان پر معلومات افزا خطاب فرمایا جس میں آپ نے دین وملت کی خاطر حافظ ملت علیہ الرحمہ کی قربانیوں کا ذکر فرمایا اور الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کا تعارف اور اس کی خدمات پیش کیں۔ پھر اسی پروگرام میں جامعہ انوار العلوم کے فارغین کو مختلف شعبوں کے سرٹیفکیٹ سے نوازا گیا۔ اس پروگرام میں عزیز ملت کے استقبال کے لیے کثیر علماے اہل سنت موجود رہے جن میں مولانا شبیر دل محمد، مولانا رفیق روشن علی، مولانا ناظم عدالت، مولانا نظام الدین سکھائی، مولانا نوشاد، مولانا انور رضوی، مولانا انور چشتی، مولانا شیراز اشرفی اور مفتی سلطان احمد مصباحی قابل ذکر ہیں۔

پروگرام کے اختتام پر حضور عزیز ملت امسٹرڈم سے ہالینڈ کے ایک دوسرے شہر دین ہیگ کے لیے روانہ ہوئے اور وہاں پہنچ کر جناب محمد آصف صاحب کے دولت کدے پر تشریف لے گئے اور وہیں قیام فرمایا بلکہ پورے ہفتے آپ کا قیام انھیں کے گھر پر رہا۔

۳؍ جولائی، دن بدھ:

۳؍ جولائی کی صبح حاجی عبدالسبحان صاحب کے یہاں ناشتے کا انتظام ہوا۔ ناشتے کے بعد حضور عزیز ملت نے مختصر وقت میں ناصحانہ

تقریر کی۔ پھر وہاں سے زوالو شہر کے لیے روانگی ہوئی جس کی مسافت دین ہیگ سے ۶۰؍ کلو میٹر ہے۔ وہاں پہنچنے پر مفتی سرفراز مصباحی نے آپ کا خیر مقدم کیا اور آپ کو لے کر اپنے سینٹر پر پہنچے جہاں نماز ظہر کے بعد ایک پروگرام کا انعقاد ہوا۔ مفتی سرفراز مصباحی نے حضور عزیز ملت کی آمد پر آپ کا شکریہ ادا کیا اور حضرت مفتی شمس الہدی مصباحی نے حضور عزیز ملت اور الجامعۃ الاشرفیہ کے تعارف اور اشرفیہ کی دینی و ملی خدمات پر مختصر خطاب فرمایا۔

اس کے بعد حضور عزیز ملت جرمنی کے سفر پر روانہ ہوئے جس کی مسافت زوالو شہر سے تقریباً ۳۲۰؍ کیلو میٹر ہے۔ تین چار گھنٹے کے بعد آپ جرمنی کے قدیم تاریخی شہر ”کوبلنز“ (Koblenz) پہنچے جہاں مسجد اقصی کے امام و خطیب مولانا نوید صاحب، مسجد کے متولی حاجی گل صاحب وغیرہ علما و عوام اہل سنت نے آپ کا استقبال کیا۔

شہر کوبلنز کی جامع مسجد ”مسجد اقصی“ میں ”حافظ ملت انسٹی ٹیوٹ“ اور ”دعوت اسلامی، جرمنی“ کے زیر اہتمام ”اصلاح امت کانفرنس“ کے نام سے ایک کانفرس کا انعقاد ہوا۔ حضور عزیز ملت بعد عصر اس کانفرنس میں تشریف لے گئے، کانفرنس کا آغاز مولانا نوشاد صاحب کی تلاوت اور نعت خوانی سے ہوا، پھر مفتی سلطان احمد مصباحی نے حضور عزیز ملت کی بارگاہ میں ہدیہ تشکر پیش کیا اور آپ کا تعارف کرایا، جرمنی کے چند علماے کرام کے بیانات ہوئے، خاص طور پر مولانا نوید احمد صاحب نے کوبلنز کے حالات مختصر طور پر پیش کیے۔ پھر مفتی شمس الہدی مصباحی کا اصلاحی بیان ہوا۔ اس کے بعد حضور عزیز ملت نے حافظ ملت اور الجامعۃ الاشرفیہ کے حوالے سے ایک پر زور خطاب فرمایا اور الجامعۃ الاشرفیہ کا تعارف، جامعہ کی دینی و ملی خدمات اور مسلک اعلی حضرت کے فروغ میں حافظ ملت علیہ الرحمہ اور الجامعۃ الاشرفیہ کی ناقابل فراموش خدمات پر بھرپور روشنی ڈالی۔ پھر آپ کی دعاؤں پر کانفرنس اختتام پذیر ہوئی۔ اس کے بعد آپ واپس دین ہیگ کے لیے روانہ ہوئے اور وہاں پہنچ کر حاجی آصف صاحب کے گھر میں قیام پذیر ہوئے۔

۴؍ جولائی، دن جمعرات:

۴؍ جولائی کی صبح مولانا سلطان احمد مصباحی کی خوش دامن کے گھر حضور عزیز ملت کے لیے ناشتے کا انتظام ہوا۔ ناشتے سے فراغت کے بعد حضور عزیز ملت فرانس کے سفر پر روانہ ہوئے۔ دین ہیگ سے فرانس کی مسافت تقریباً چھ گھنٹے کی ہے۔ چند گھنٹوں کے بعد آپ فرانس کے مشہور اور خوب صورت شہر پیرس کی سرزمین پر قدم رنجہ ہوئے۔ دین ہیگ سے پیرس کی مسافت تقریباً ۴۹۳؍ کیلو میٹر ہے۔

یہاں دعوت اسلامی، فرانس کے نگراں جناب احسان عطاری صاحب اور ان کے رفقا نے آپ کا گرم جوشی کے ساتھ استقبال کیا اور آپ کو لے کر دعوت اسلامی، فرانس کے مرکز ”فیضان مدینہ بلڈنگ“ میں پہنچے۔ یہاں بھی حافظ ملت انسٹی ٹیوٹ، ہالینڈ اور دعوت اسلامی، فرانس کے زیر اہتمام ”اصلاح امت کانفرنس“ کے نام سے ایک پروگرام کا انعقاد ”فیضان مدینہ بلڈنگ“ میں ہوا۔ اس کانفرنس میں پیرس کے علما و مشائخ نے شرکت فرمائی، عوام اہل سنت بھی بڑی تعداد میں حاضر ہوئے اور علما و مشائخ کے بیانات سے مستفیض ہوئے۔ اس کانفرنس میں مولانا سلطان احمد مصباحی نے حضور عزیز ملت کا تعارف کرایا اور حضرت مفتی شمس الہدی مصباحی نے اصلاح امت کے حوالے سے ایک اثر انگیز خطاب فرمایا، اس کے بعد حضور عزیز ملت کا دل افروز بیان ہوا۔ آپ نے اپنے بیان میں قوم کی اصلاح و فلاح کی باتیں رکھیں۔ ساتھ ہی الجامعۃ الاشرفیہ کا تعارف پیش کیا اور جامعہ کی خدمات پر بھی روشنی ڈالی۔ اخیر میں آپ کی دعاؤں پر یہ کانفرنس اپنے اختتام کو پہنچی اور اس کے بعد علما و مشائخ اور عوام اہل سنت کے جم غفیر نے آپ سے ملاقات کا شرف حاصل کیا اور آپ کی دعاؤں سے اپنا دامن پر کیا۔ اس کے بعد حضور عزیز ملت واپس دین ہیگ کے لیے روانہ ہوئے۔ اس سفر میں چار گاڑیوں کا قافلہ آپ کے ہم رکاب رہا۔

۵؍ جولائی، دن جمعہ:

۵؍ جولائی کی صبح حضور عزیز ملت نے حاجی آصف صاحب کی والدہ کے گھر پر ناشتہ تناول کیا۔ اسی دوران حضرت علامہ اسرار الحق اشرفی آپ سے ملاقات کی غرض سے تشریف لائے، حضور عزیز ملت نے بڑی گرم جوشی کے ساتھ ان سے ملاقات کی اور دیر تک دونوں کے درمیان مختلف موضوعات پر گفتگو ہوتی رہی۔ پھر نماز جمعہ کے لیے دین ہیگ سے امسٹرڈم کے لیے روانہ ہوئے جس کی مسافت دین ہیگ سے تقریباً ۶۰؍ کیلو میٹر ہے۔ امسٹرڈم پہنچنے پر حضرت مفتی شفیق الرحمن مصباحی، مولانا عبد الغفار نورانی، مولانا زعیم مصباحی، حاجی یونس صاحب وغیرہ علما و عوام اہل سنت نے آپ کا زور دار استقبال کیا، پرجوش نعروں کی صداؤں سے وہاں کی فضا گونج اٹھی۔ پھر حضور عزیز ملت مسجد طیبہ

امسٹرڈم کے اندر داخل ہوئے۔ خطبہ جمعہ سے پہلے مولانا مشتاق نورانی، مولانا نعیم مصباحی اور مفتی سلطان احمد مصباحی کے مختصر بیانات ہوئے، اس کے بعد مفتی شفیق الرحمن مصباحی (خطیب وامام مسجد ہذا) نے حضور عزیز ملت کا تعارف کرایا۔ اور مفتی شمس الہدی مصباحی نے بھی آپ کا مزید تعارف کرایا اور الجامعۃ الاشرفیہ کی خدمات پر روشنی ڈالی۔ اس کے بعد حضور عزیز ملت کا بیان ہوا جس میں آپ نے الجامعۃ الاشرفیہ کے ان فارغین علما و مشائخ کا ذکر کیا جو یورپ کی سرزمین پر دینی وملی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ آپ کے بیان کے بعد مفتی شمس الہدی مصباحی نے جمعہ کا خطبہ دیا اور مفتی شفیق الرحمن مصباحی نے نماز جمعہ پڑھائی۔ نماز اور صلاۃ وسلام سے فراغت کے بعد احباب اہل سنت نے حضور عزیز ملت سے ملاقات کی، دعائیں لیں اور مسجد کمیٹی کے اراکین نے طیبہ آفس میں آپ کی گل پوشی کی اور آپ کی ناصحانہ گفتگو سے مستفیض ہوئے۔ اس کے بعد آپ وہاں سے واپس دین ہیگ آئے اور عصر کے بعد "القادری اسلامک سینٹر، دین ہیگ" میں علامہ سید سعادت علی قادری علیہ الرحمہ کے مبارک عرس میں شرکت فرمائی۔

اس عرس میں بڑی تعداد میں علما و مشائخ تشریف لائے تھے جن میں مجلس علما، ہالینڈ کے صدر حضرت علامہ عبد الرشید قادری، مفکر اسلام حضرت علامہ بدر القادری، علامہ محمد صدیق نعیمی، علامہ اسرار الحق اشرفی، مولانا نظام الدین قادری، مولانا ناظم علی قادری، مفتی سلطان احمد مصباحی، مفتی سرفراز احمد مصباحی اور مفتی شفیق الرحمن مصباحی بھی شامل تھے۔

عرس کی اس تقریب میں خطاب کرتے ہوئے حضرت مفتی شمس الہدی مصباحی نے علامہ سید سعادت علی قادری علیہ الرحمہ کی حیات وخدمات کے چند اہم گوشے پیش کیے۔ اس کے بعد حضرت علامہ عبد الرشید قادری نے اپنے بیان میں الجامعۃ الاشرفیہ اور حافظ ملت کا بڑے ہی والہانہ انداز میں تعارف کرایا اور اشرفیہ کی ہمہ جہت خدمات کا ذکر کیا۔ اور دیگر علمائے کرام نے بھی حافظ ملت علیہ الرحمہ اور الجامعۃ الاشرفیہ کے حوالے سے گفتگو فرمائی جس کی وجہ سے یہاں بھی اشرفیہ کا زبردست تعارف ہوا۔

۶ر جولائی، دن شنبہ:

۶ر جولائی کی صبح حاجی آصف صاحب کی والدہ کے گھر ناشتہ ہوا، اس کے بعد امسٹرڈم کے لیے روانگی ہوئی جہاں انگلینڈ سے آئے ہوئے مؤقر علما کا ایک وفد حاجی انس صاحب (والد گرامی مولانا حفیظ الرحمن مصباحی) کے گھر پر مقیم تھا۔ یہ علمائے کرام حضور عزیز ملت سے ملاقات اور لیلیسٹیڈ میں منعقد ہونے والی عظیم الشان کانفرنس میں شرکت کی غرض سے انگلینڈ سے ہالینڈ آئے ہوئے تھے۔ اس وفد میں مولانا اقبال احمد مصباحی، یوکے، مولانا نظام الدین مصباحی، یوکے، مولانا محمد ابراہیم مصباحی، یوکے، مولانا محمد کلیم ازہری یوکے، مولانا عمر خان قادری، یوکے، مولانا شبیر سیالوی، یوکے اور مولانا ابوبکر، یوکے شامل تھے۔

حضور عزیز ملت امسٹرڈم پہنچے تو علما کے اس وفد نے آپ سے ملاقات کی اور یورپ میں علمائے اہل سنت کی سرگرمیوں کے حوالے سے تبادلہ خیال ہوا۔ پھر حضور عزیز ملت کی معیت میں دوپہر کا کھانا ہوا۔

پھر عصر سے پہلے ہی علما کا یہ وفد حضور عزیز ملت کے ہم راہ انٹر نیشنل امام احمد رضا ایجوکیشنل کانفرنس میں شرکت کے لیے امسٹرڈم سے لیلیسٹیڈ کے لیے روانہ ہوا جس کی مسافت امسٹرڈم سے تقریباً ایک گھنٹے کی ہے۔

لیلیسٹیڈ کی عظیم الشان مسجد "مسجد الفردوس" میں منعقد ہونے والی یہ انٹرنیشنل کانفرنس ہالینڈ کی سرزمین پر اپنی نوعیت کی منفرد اور سب سے بڑی کانفرنس تھی جس میں "حافظ ملت انسٹیٹیوٹ، ہالینڈ" کا افتتاح بھی ہونا تھا جو پورے یورپ میں حافظ ملت کے نام سے قائم ہونے والا پہلا ادارہ ہے۔ اور یہی وہ کانفرنس ہے جس میں شرکت کے لیے حضور عزیز ملت خاص طور پر انڈیا سے ہالینڈ تشریف لے گئے تھے۔ اس بین الاقوامی کانفرنس کی عظمت واہمیت اور اس کے دور رس اثرات کا اندازہ اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ صبح ہی سے مختلف ممالک اور خود ہالینڈ کے مختلف شہروں سے علما، طلبہ اور عوام اہل سنت اس کانفرنس میں شرکت کے لیے لیلیسٹیڈ پہنچنا شروع ہو گئے تھے۔ چناں چہ انگلینڈ سے آنے والا وفد حضور عزیز ملت کے ہم راہ لیلیسٹیڈ پہنچا۔

فرانس سے جناب احسان عطاری اپنے رفقا کے قافلے کے ساتھ پہنچے۔ اسی دوران جناب ساجد عطاری کی قیادت میں بھی فرانس سے ایک قافلہ یہاں پہنچا۔ جرمنی سے مولانا نوید صاحب ایک قافلہ لے کر کانفرنس میں پہنچے، بلجیم سے جناب محمد علی عطاری اپنے رفقا کے ساتھ کانفرس میں شریک ہوئے۔

ہالینڈ کے مختلف شہروں سے بھی نمائندگی ہوئی اور مؤقر علماے کرام اپنے احباب کے ساتھ کانفرس میں شریک ہوئے۔ چناں چہ روٹرڈم سے علامہ عبد الرشید قادری صاحب، اندوون سے مولانا عمران کریمن صاحب، ہارلیم سے مولانا شبیر صاحب، المیرے سے حاجی علی کرامت علی صاحب، ژاندم سے خواجہ حیاتی (ترکی)، زوترمیر سے حاجی منصب دار صاحب، الکمار سے حاجی نصیر صاحب اپنے رفقا سمیت اور دیگر شہروں سے کثیر علماے کرام اور معزز حضرات اور عوام اہل سنت بھاری تعداد میں تشریف لائے۔

کانفرنس میں شرکت کرنے والے مہمانوں کے لیے مسجد الفردوس کے امام وخطیب حضرت علامہ امتیاز صاحب اور مسجد ہذا کے صدر حاجی رشاد صاحب اور حافظ ملت انسٹیٹیوٹ کے ارکان کی جانب سے بہتر انتظام کیا گیا تھا۔ اور ان کی ضرورتوں کا پورا خیال رکھا گیا تھا۔

طے شدہ وقت کے مطابق ٹھیک چھ بجے شام کو پروگرام شروع ہوا، نظامت کے فرائض مولانا محمد نظام الدین مصباحی، یوکے ادا کر رہے تھے۔ کانفرنس کا آغاز تلاوت قرآن سے ہوا، پھر نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں ہدیہ نعت پیش ہوا۔ اس کے بعد امام اہل سنت اعلی حضرت علیہ الرحمہ کی شخصیت اور علمی مہارت پر کئی علماے کرام کے خطاب ہوئے، مثلاً "امام احمد رضا اور علم تفسیر" کے حوالے سے مولانا کلیم صاحب نے انگریزی زبان میں خطاب کیا، اور "امام احمد رضا اور علم حدیث" کے عنوان پر مولانا عمر رضوی نے تقریر کی، جب کہ مولانا شبیر سیالوی نے اعلی حضرت کی نعتیہ شاعری پر ایک عمدہ بیان پیش کیا۔

اس کے بعد مفتی شفیق الرحمن مصباحی نے اکابر اہل سنت کی دینی خدمات پر گفتگو کرتے ہوئے فروغ مسلک اعلی حضرت کے سلسلے میں حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کی قربانیوں کا تذکرہ کیا۔ پھر شارح مؤطا شمس العلماء حضرت مفتی شمس الہدی مصباحی نے امام اہل سنت کی فقہی بصیرت پر ایک بے مثال اور مدلل خطاب پیش کیا۔ اخیر میں حضور عزیز ملت نے "مسلک رضا اور الجامعۃ الاشرفیہ" کے موضوع پر ایک چشم کشا خطاب پیش کیا جس میں فروغ مسلک رضا کے لیے الجامعۃ الاشرفیہ کی بے مثال خدمات پیش کیں اور مسلک اعلی حضرت کی نشر واشاعت میں فارغین اشرفیہ کا کردار بیان کیا۔

اس کانفرنس میں حضور عزیز ملت کے ہاتھوں ڈچ زبان میں لکھی گئی دو کتابوں کا اجرا بھی ہوا۔ پہلی کتاب ہے "حافظ ملت، حیات وخدمات" جو "حافظ ملت انسٹیٹیوٹ" کے زیر اہتمام شائع ہوئی ہے۔ اس کتاب کی خصوصیت واہمیت یہ ہے کہ ڈچ زبان میں حافظ ملت کے حالات پر لکھی جانے والی یہ پہلی کتاب ہے۔

دوسری کتاب ہے "شمس الصرف" جو علم صرف کے قواعد ومسائل پر مشتمل ہے۔ اس کے مصنف مولانا احمد علی چشتی ہیں جنھوں نے حضرت مفتی شمس الہدی مصباحی دام ظلہ کے اسم گرامی کی مناسبت سے اس کا نام شمس الصرف رکھا ہے۔ مفتی شمس الہدی مصباحی نے اس کتاب پر نظر ثانی کی ہے اور اس پر اپنی تقریظ بھی ثبت فرمائی ہے۔

اس کانفرنس میں جامعہ انوار العلوم، ہالینڈ کی ایک طالبہ کو عالمہ فاضلہ کی سند سے نوازا گیا۔ یہ سند حضرت مفتی شمس الہدی مصباحی کے مدرسے "کلیۃ البنات الرضویہ" سے جاری کی گئی۔ اس کانفرنس کا اختتام صلاۃ وسلام اور حضور عزیز ملت کی رقت انگیز دعا پر ہوا۔ اس کے بعد حضور عزیز ملت واپس دین ہیگ تشریف لائے۔

۷؍جولائی، دن یک شنبہ:

۷؍جولائی کی صبح علامہ محمد صدیق نعیمی، دین ہیگ کے ساتھ حضور عزیز ملت کی ایک نشست ہوئی اور مختلف امور پر تبادلہ خیال ہوا اور ساتھ میں ناشتہ بھی ہوا۔ پھر آپ علماے کرام کے وفد کے ساتھ بلجیم کے لیے روانہ ہوئے اور مختلف قدرتی مناظر دیکھتے ہوئے بلجیم کی ایک خوب صورت مسجد "مسجد نور الحرم" میں پہنچے جہاں "اصلاح امت کانفرنس" کے نام سے ایک پروگرام رکھا گیا تھا۔ مسجد کمیٹی کے ارکان اور علما نے آپ کا والہانہ استقبال کیا اور آپ کو لے کر کانفرنس میں پہنچے۔ اس کانفرنس کا انعقاد "حافظ ملت انسٹیٹیوٹ، ہالینڈ"، دعوت اسلامی، بلجیم (جناب محمد علی عطاری) اور "مسجد نور الحرم" کے زیر اہتمام ہوا۔

کانفرنس کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا۔ پھر نعتیہ کلام پڑھے گئے اس کے بعد علماے کرام کے بیانات ہوئے۔ حضرت مولانا نظام الدین مصباحی اور مولانا کلیم ازہری نے اصلاح معاشرہ کے حوالے سے گفتگو کی، پھر حضرت مفتی شمس الہدی مصباحی کا مدلل بیان ہوا اور اس کے بعد حضور عزیز ملت کا دل افروز خطاب ہوا۔ آپ نے اپنے خطاب میں اصلاح امت پر مختلف جہات سے گفتگو کی اور حافظ ملت علیہ الرحمہ کی حیات کے چند گوشے بیان کیے، ساتھ ہی الجامعۃ الاشرفیہ کی خدمات پر بھی روشنی ڈالی۔

اس کے بعد مسجد نور الحرم کے امام وخطیب حضرت مولانا شہزاد فہیم صاحب نے حضور عزیز ملت کا بارگاہ میں بڑے ہی والہانہ انداز میں ہدیہ تشکر پیش کیا۔ اخیر میں صلاۃ وسلام ہوا اور حضور عزیز ملت کی دعا پر کانفرنس اختتام پذیر ہوئی۔ پروگرام کے بعد وہاں کے علما اور عوام اہل سنت نے حضور عزیز ملت سے ملاقات کی اور آپ کی دعائیں لیں۔

۸/ جولائی، دن دوشنبہ:

۸/ جولائی کو کئی شہروں کے علما کے وفود نے حضور عزیز ملت سے ملاقات کی، چناں چہ مختلف وفود کے ساتھ آپ کی کئی نشستیں ہوئیں۔ ان وفود میں روٹرڈم، امسٹرڈم، اور الکمار کے علما وخواص کے وفود تھے۔ اس کے علاوہ آپ نے مختلف مساجد کی زیارت بھی کی اور ہالینڈ کے کچھ قدرتی مناظر کا مشاہدہ بھی کیا۔

۹/ جولائی، دن منگل:

۹/ جولائی کی صبح حضور عزیز ملت، جناب حاجی مختار عبد السبحان، دین ہیگ کے دولت کدے پر تشریف لے گئے اور ناشتہ تناول فرمایا، پھر مولانا شیراز صاحب کی دعوت پر ان کے گھر بھی گئے اور ماحضر تناول کیا۔ اس کے بعد واپس انڈیا آنے کے لیے ایئر پورٹ کی طرف روانہ ہوئے۔

آپ کو رخصت کرنے کے لیے علما اور معززین کا ایک ہجوم ساتھ تھا۔ فلائٹ کا وقت ہوجانے پر سب نے نم آنکھوں سے آپ کو الوداع کہا اور بھاری من کے ساتھ آپ کو رخصت کیا۔

حضور عزیز ملت کے دورۂ یورپ کے اثرات:

حضور عزیز ملت کا یہ دورۂ یورپ متعدّد جہات سے کافی مفید ثابت ہوا۔ اور پورے یورپ میں اس دورے کے دور رس اثرات مرتب ہوئے، مثلا:

- آپ کے اس دورے سے حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ اور الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور کا پورے یورپ میں زبردست تعارف ہوا۔ وہاں کے لوگ حافظ ملت علیہ الرحمہ کی حیات وخدمات سے آشنا ہوئے اور الجامعۃ الاشرفیہ کی علمی، دینی، ملی، تعمیری اور تبلیغی خدمات سے متعارف ہوئے۔
- الجامعۃ الاشرفیہ سے فارغ ہونے والے علما ومشائخ کی قدروں میں اضافہ ہوا اور اہل یورپ کی نگاہ میں ان کا مرتبہ بلند ہوا اور یورپ کی سرزمین پر کام کرنے والے فارغین اشرفیہ کے لیے وہاں دینی وملی کام کرنا اب اور آسان ہو گیا۔
- حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ اور الجامعۃ الاشرفیہ سے منسوب ادارے اور تحریکیں قائم کرنے اور چلانے کے راستے کھلے اور اس سلسلے میں کوشش کرنے والے اہل خیر کے حوصلوں میں اضافہ ہوا۔
- فروغ اہل سنت کے لیے کام کرنے والے علما اور تحریکوں کا الجامعۃ الاشرفیہ سے گہرا ربط قائم ہوا اور اہل سنت کے علما اور تحریکوں میں ایک نیا جوش اور ولولہ پیدا ہوا، حوصلہ ملا اور ہمت بڑھی۔
- بہت سے مخیر حضرات کا الجامعۃ الاشرفیہ سے ربط وتعلق پیدا ہوا اور انھوں نے جامعہ کا مالی تعاون کیا اور مستقبل میں بھی تعاون کرنے کی یقین دہانی کرائی۔
- جماعت اہل سنت میں اتحاد واتفاق کی فضا ہموار ہوئی اور ساتھ مل کر دینی وملی کام کرنے کا جذبہ بڑھا اور فروغ مسلک رضا کے نئے دروازے کھلے۔

رب کریم کی بارگاہ میں دعا ہے کہ مولی تعالی اپنے حبیب ﷺ کے طفیل حضور عزیز ملت دام ظلہ العالی کی صحت وعمر میں بے حساب برکت عطا فرمائے، بلاؤں، بیماریوں اور مصیبتوں سے ان کی حفاظت فرمائے، ان کے اس دورے کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور اس دورے کی برکتوں سے پوری جماعت اہل سنت کو مالا مال فرمائے اور انھیں اور ہم سب کو دین کے فروغ اور ملت کے استحکام کے لیے کوششیں کرتے رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ نبیہ الأمین وصلی اللہ علی خیر خلقہ وصحبہ وآلہ اجمعین۔

نوٹ: ہم نے یہ ساری معلومات براہ راست حضرت علامہ مفتی شمس الہدی صاحب دام ظلہ سے حاصل کی ہیں، نیز حضرت مولانا محمد نظام الدین مصباحی، بلیک برن، یوکے، کے ایک مضمون ''عزیز ملت قبلہ کا دورۂ یورپ'' سے اخذ کی ہیں۔ ☆☆☆

مفتی محمد مجیب اشرف رضوی

رئیس الاذکیاء

علامہ مفتی حکیم غلام یزدانی اعظمی علیہ الرحمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رئیس الاذ کیاء، حضرت العلام، مفتی حکیم غلام یزدانی صاحب قبلہ محدث اعظمی علیہ الرحمۃ والرضوان کی شخصیت کے بارے میں بہت کم لوگوں کو معلومات ہے۔ اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ آپ کا تعلق صرف درس وتدریس سے رہا، پیری مریدی سے یک سر دور رہے جو اس زمانے میں شہرت کے لیے ضروری ہے، اس دنیا میں آپ کا نہ کوئی مرید تھا نہ ہے حالاں کہ آپ نقشبندی سلسلے سے منسلک تھے، اور سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ میں اپنے استاذ کریم حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ اور سیدی سرکار حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ سے خلافت واجازت حاصل تھی، دوسری وجہ یہ ہے کہ اچھے مقرر اور خطیب ہونے کے باوجود جلسوں کی شرکت سے حتی الوسع گریز فرماتے تھے تیسری وجہ یہ ہے کہ آپ کے قلمی شاہکار منصہ شہود پر نہ آسکے، اور جب آپ کو زندگی کی الجھنوں سے نجات اور ذہنی سکون ملا جو تصنیف وتالیف کے لیے ازبس ضروری ہے تو زندگی نے وفا نہیں کیا اور بہت جلد آخرت کے لیے رخت سفر تیار ہو گیا۔ اِنا للہ واِنا اِلیہ راجعون۔ ان وجوہات کی بنا پر آپ کی شخصیت اور دینی، ملی اور علمی خدمات پردہ خفا میں گم ہو کر رہ گئیں۔

حضرت والا مرتبت اپنے وقت کے جید عالم دین، ماہر مفتی، عظیم فقیہ، بے نظیر محدث، بہترین مفکر، اچھے مدبر، دور اندیش قائد، اور کامیاب طبیب تھے، غرضکہ فیاض ازلی نے موصوف کی شخصیت کو بہت سی خوبیوں کا حسین گلدستہ بنایا تھا، مگر افسوس کہ آپ کی پہلو دار خوبصورت شخصیت کے قیمتی اور علمی خدو خال صفحہ قرطاس کی زینت نہ بن سکے، جس کی درس گاہ علم وفن سے ہزاروں علما، فضلا اور عقلا نے اکتساب علم وفیض کیا اس کے شاگردوں کی فہرست بھی نہ بن سکی۔ اِلا ماشاء اللہ۔

مختصر حالات زندگی

والدگرامی: قصبہ گھوسی ضلع اعظم گڑھ یوپی (موجودہ ضلع مئو) کے جس خاندان کو علمی اعتبار سے ملک گیر شہرت حاصل تھی، وہ خاندان ہے فقیہ اعظم ہند حضور صدر الشریعہ، بدر الطریقہ، حضرت العلام حکیم ابوالعلی محمد امجد علی اعظمی رضوی مصنف بہار شریعت علیہ الرحمۃ والرضوان کا، اسی علمی خاندان کے عظیم فرد صوفی باصفا، بحر العلوم جامع منقول ومعقول حضرت العلام مولانا محمد صدیق صاحب علیہ الرحمہ تھے، جو محدث لاثانی حضرت مولانا غلام یزدانی علیہ الرحمہ کے والد گرامی، اور حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے استاذ اور حقیقی چچا زاد بھائی تھے، اور آپ استاذ الاساتذہ حضرت مولانا ہدایت اللہ جون پوری قدس سرہ کے مخصوص شاگردوں میں تھے۔ اور مدرسہ مصباح العلوم مبارک پور ضلع اعظم گڑھ کے بانی تھے۔ بشیر القاری شرح بخاری کے دیباچے، ص:۱۶ پر حضرت علامہ مولانا سید غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمہ، حضرت مولانا ہدایت اللہ جون پوری کے ارشد تلامذہ کا ذکر کرتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ حضرت مولانا محمد صدیق صاحب بانی دار العلوم اشرفیہ مبارک پور ضلع اعظم گڑھ حضرت مولانا ہدایت اللہ صاحب علیہ الرحمہ کے مخصوص شاگردوں میں تھے۔

حضرت مولانا محمد صدیق صاحب علیہ الرحمہ، خدا رسیدہ بزرگ تھے، علمی اعتبار سے ہر فن میں آپ کا پایہ بہت بلند تھا، آپ کے بڑے فرزند شیخ العلماء والادب مولانا غلام جیلانی علیہ الرحمہ سے میں نے فرماتے سنا ہے کہ والد ماجد نحو، صرف، منطق اور فلسفہ کے امام تھے، مگر تفسیر، حدیث، فقہ اور تصوف سے آپ کو زیادہ لگاؤ نہ تھا، تادم حیات آپ کی زندگی کے لمحات درس وتدریس ہی میں گزرے، اس دور کی مشہور درس گاہ اور علمی مرکز مدرسہ حنفیہ جون پور (یوپی)

میں عرصہ تک مسند تدریس پر فائز رہے، اور تشنگان علم کی علمی پیاس بجھاتے رہے حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ نے اسی مدرسہ میں رہ کر آپ سے اکتساب علم فرمایا۔

جب وہابیت اعظم گڑھ کے مشہور صنعتی قصبہ میں اپنے بال و پر نکالنے لگی تو آپ مدرسہ حنفیہ کی تدریسی خدمات سے سبک دوش ہو کر جون پور سے مبارک پور تشریف لے آئے، اور یہاں مدرسہ مصباح العلوم کی بنیاد ڈالی۔ یہ وہی مدرسہ ہے جس کو لوگ پرانا مدرسہ کہتے ہیں، جو بعد میں دار العلوم اشرفیہ مبارک پور کے نام سے پورے ملک میں مشہور ہوا، "مصباح العلوم" نام میں اتنا وزن اور کشش ہے کہ آج بھی "الجامعۃ الاشرفیہ" سے فارغ ہونے والے علما اپنے ناموں کے ساتھ "مصباحی" لکھنے کو فخر محسوس کرتے ہیں۔

دس سال تک مبارک پور میں رہ کر دینی علمی خدمات انجام دیں، مبارک پور کے قیام کے زمانے میں، مبارک پور کے بابائے وہابیت مولوی شکر اللہ بانی مدرسہ احیاء العلوم مبارک پور سے مسلکی کشمکش چلتی رہی، آپ نے ہر موڑ پر مولوی شکر اللہ اور وہابیت کو شکست دی، جب باطل پرستوں نے آوازۂ حق کو دبانے میں پوری طرح ناکامی دیکھی تو بزدلانہ حرکت پر اتر آئے اور انھیں میں سے کسی نے آپ کو کسی چیز میں زہر دے دیا، زہر قاتل تھا جس کے صدمے کی آپ تاب نہ لاسکے اور ۱۵ر جمادی الاولی ۱۳۳۴ھ دوشنبہ کے روز اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔ إنا للہ وإنا إلیہ راجعون۔ اور سہ شنبہ کو بعد نماز ظہر اپنے خاندانی اور موروثی قبرستان میں مسجد کے بیرونی دروازے کے سامنے اپنے بڑے بھائی حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے والد ماجد علیہ الرحمہ کے پہلو میں دفن ہوئے ع

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

آپ نے یادگار میں دو صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں چھوڑیں، بڑے صاحبزادے شیخ العلماء حضرت مولانا غلام جیلانی صاحب علیہ الرحمہ اور چھوٹے صاحبزادے رئیس الاذکیا حضرت مولانا غلام یزدانی صاحب تھے، بڑی صاحبزادی راقم الحروف فقیر محمد مجیب اشرف رضوی کی والدہ ماجدہ تسلیمہ خاتون، منجھلی صاحبزادی مسماۃ آمنہ خاتون، چھوٹی صاحبزادی مسماۃ تحسینہ خاتون، جن کا شادی سے پہلے انتقال ہو گیا، باقی دونوں صاحبزادوں اور صاحبزادیوں کی شادیاں ہوئیں اور سب کی اولادیں اور اولاد کی اولادیں موجود ہیں۔

والدہ ماجدہ: آپ کی والدہ ماجدہ کا اسم گرامی صغری خاتون تھا، جو گاؤں کے ایک رئیس جناب ثناء اللہ سیٹھ مرحوم کی صاحبزادی تھیں، بڑی نیک سیرت، عبادت گزار، تلاوت قرآن اور صوم وصلاۃ کی بڑی پابند تھیں کبھی بھی کوئی نماز بلا عذر شرعی قضا نہیں ہوتی، شوہر نامدار کی علمی اور ملی زندگی کا نور مرحومہ کی زندگی میں جھلکتا تھا۔ مرحومہ نے اپنے مکان میں ہی چھوٹے بچے اور گاؤں کی بچیوں کی تعلیم وتربیت کے لیے مدرسہ کھول رکھا تھا، جس میں تنہا خود ہی خالصاً لوجہ اللہ پڑھاتی تھیں، کبھی کسی سے ایک پیسہ نہیں لیا۔ قرآن مجید، اردو قاعدہ، اردو کی پہلی دوسری اور تیسری کتاب کے بعد راہ نجات اور بہار شریعت حصہ سوم تک پڑھاتی تھیں۔ اس وقت آدھی سے زیادہ بچے اور بچیاں آپ ہی کے مدرسہ میں پڑھتے تھے، لوگ آپ کو صغری مولانی کہا کرتے تھے، آپ نے پڑھنے پڑھانے کا یہ سلسلہ آخر عمر تک جاری رکھا، یہ تھیں رئیس الاذکیاء حضرت مولانا غلام یزدانی صاحب علیہ الرحمہ کی والدہ ماجدہ جن کی پاک تربیت نے موصوف کو عالم باعمل بنایا۔ اللہ رب العزت مرحومہ کے درجات کو آخرت میں بلند فرمائے، آمین۔

برادر بزرگوار: آپ کے بڑے بھائی صاحب شیخ العلماء والادب حضرت العلام مولانا غلام جیلانی صاحب علیہ الرحمہ سابق صدر الصدور دار العلوم فیض الرسول، براؤں شریف، ضلع سدھارتھ نگر یوپی اپنے وقت کے جید عالم دین، صوفی باصفا اور شیخ طریقت تھے، آپ کے ہزاروں جید علما اور مریدین ملک اور بیرون ملک میں دین وملت کی خدمت میں مصروف ہیں۔ موصوف کو جملہ علوم متداولہ تفسیر، حدیث، فقہ، معانی، بیان، عروض، علم المیراث، صرف ونحو اور منطق وفلسفہ میں مہارت تامہ حاصل تھی، جب کسی فن کی کوئی کتاب پڑھاتے تھے تو ایسا لگتا تھا کہ آپ اس فن کے امام ہیں، مزید براں عربی، فارسی اور اردو میں برجستہ اشعار فرمایا کرتے تھے، گویا آپ قادر الکلام شاعر تھے۔ خانقاہ مارہرہ مطہرہ کے شاہزادگان حضرت سید العلماء حضرت علامہ سید آل مصطفیٰ صاحب اور سرکار احسن العلماء علامہ حیدر حسن میاں علیہما الرحمہ کو تعلیم دینے کے لیے اتالیق کی حیثیت سے جس زمانہ میں مارہرہ شریف میں قیام پذیر تھے اس وقت بزرگان ماہرہ مقدسہ کے اعراس کے موقعوں پر جو نظمیں، غزلیں اور منقبتیں آپ نے کہی تھیں آج بھی کبھی کبھی موقع بموقع وہاں پڑھی

جاتی ہیں۔ ان میں سے کچھ نظمیں چھپ بھی چکی ہیں۔

مزید براں انگریزی زبان میں بھی بڑی سلاست کے ساتھ گفتگو فرمایا کرتے تھے، کئی بار میں نے خود سنا ہے، جب کسی آفیسر یا انگریزی داں سے انگریزی میں گفتگو فرماتے تھے تو آپ کا مخاطب دم بخود رہ جاتا اور اس پر ایسا امپریس پڑتا کہ خود بولنے میں رکاوٹ محسوس کرنے لگتا، ان تمام خوبیوں اور علمی وجاہتوں کے باوجود طبیعت میں بڑی سادگی تھی، آپ انتہائی متواضع اور منکسر المزاج تھے، غرور، گھمنڈ اور نخوت علم کا ذرہ برابر شائبہ بھی آپ کی طبیعت میں نہیں پایا جاتا تھا، آپ کی لوح زندگی بڑی صاف وشفاف تھی، تصوف سے آپ کو بڑا گہرا لگاؤ تھا، زندگی کے آخری ایام میں آپ پر جذب کی کیفیت طاری رہنے لگی تھی، ملک کی مشہور درسگاہوں سے آپ کا تعلق رہا، مثلاً: دار العلوم اشرفیہ، مبارک پور، جامعہ عربیہ ناگ پور، دار العلوم منظر اسلام بریلی، دار العلوم مظہر اسلام، بریلی اور دار العلوم فیض الرسول، براؤں شریف ع

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

تذکرہ رئیس الاذکیاء

ولادت: آپ کی ولادت باسعادت ۶/ ذو قعدہ ۱۳۲۹ھ کو محلہ کرم الدین پور، قصبہ گھوسی، ضلع اعظم گڑھ (یوپی) کے علمی گھرانے میں ہوئی۔

آپ کی تاریخ ولادت کی تعین وتوثیق اس طرح ہوتی ہے کہ آپ کے کتب خانہ میں فقیر راقم الحروف کو ''مواہب لدنیہ'' کا ایک نسخہ ملا جس کے سرورق پر حضرت والا کے قلم سے مندرجہ ذیل عبارت لکھی ہوئی ہے:

بتاریخ ۱۵/ جمادی الاولیٰ یوم دوشنبہ بوقت شب ۱۳۳۴ھ حضرت والد ماجد جناب مولانا صدیق صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ الیٰ یوم الدین نے دار فانی سے دار بقا کو رحلت فرمائی، فقط۔ اس وقت خاک سار کی عمر صرف ساڑھے چار سال تھی۔ غلام یزدانی عفی عنہ

جس روز میں نے یہ تحریر دیکھی اسی روز نانی صاحبہ یعنی آپ کی والدہ ماجدہ مسماۃ صغریٰ مولائی سے دریافت کیا کہ ماموں جان حضرت مولانا غلام یزدانی صاحب علیہ الرحمہ کی پیدائش کس مہینے میں ہوئی تھی، تو نانی صاحبہ نے فرمایا: بابو یعنی مولانا غلام یزدانی صاحب خالی کے چاند (ذو قعدہ) میں چھ تاریخ کو پیدا ہوئے تھے، جمعرات یا جمعہ کا دن تھا اچھی طرح یاد نہیں ہے کہ دن کون سا تھا، اور وقت مغرب کی نماز کے بعد تھا۔

حضرت والا کی مذکورہ بالا تحریر اور آپ کی والدہ ماجدہ کے مذکورہ بیان سے ظاہر ہو گیا کہ حضرت مولانا غلام یزدانی صاحب علیہ الرحمہ کی ولادت باسعادت ۶/ ذو قعدہ ۱۳۲۹ھ بعد نماز مغرب ہوئی، دن جمعرات یا جمعہ کا تھا۔

تعلیم وتربیت: جب آپ صرف ساڑھے چار سال کے تھے کہ والد گرامی کا سایۂ شفقت سر سے اٹھ گیا، والدہ کے سوا گھر میں کوئی سرپرست نہ تھا، والد ماجد علیہ الرحمہ کے وصال کے بعد گھر کی معاشی حالت کافی ابتر ہو گئی، بچوں کی تعلیم وتربیت کیسے ہو یہ ایک مشکل مرحلہ تھا، مگر پھر بھی والدہ ماجدہ نے ہمت نہیں ہاری عسرت وتنگ دستی کے باوجود بچوں کی تعلیم وتربیت کے لیے کمر ہمت باندھی اور اولاد کی پرورش کے ساتھ ان کی اچھی تربیت اور اعلیٰ تعلیم کے مواقع فراہم کیے۔

حضرت مولانا غلام یزدانی صاحب علیہ الرحمہ نے ناظرہ قرآن مجید والدہ سے پڑھا، اردو اور فارسی کی تمام کتابیں اور عربی کی ابتدائی کتابیں اپنے چچا، برادر صدر الشریعہ مولانا احمد علی صاحب مرحوم سے پڑھیں، فارسی کی تعلیم مکمل ہونے کے بعد والدہ ماجدہ نے آپ کو حضور صدر الشریعہ کے سپرد کر دیا، چناں چہ آپ حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے ہمراہ باہر چلے گئے، جہاں جہاں حضرت تشریف لے گئے بھتیجے کو بھی ہمراہ لے گئے، بدایوں، علی گڑھ، اجمیر معلیٰ دار العلوم معینیہ، بریلی شریف دار العلوم منظر اسلام، آپ کی پوری تعلیم وتربیت عم محترم سرکار صدر الشریعہ کی نگرانی میں ہوئی۔

طالب علمی کے زمانے سے ہی آپ کے اساتذہ اور ہم سبق طلبہ آپ کی جودت طبع اور ذکاوت ذہن کے معترف تھے چناں چہ آپ کے شریک درس ساتھی صدر العلما حضرت مولانا غلام جیلانی میرٹھی نے بشیر القاری شرح بخاری کے دیباچے میں اپنے رفقائے درس کا تذکرہ کرتے ہوئے آپ کو ''رئیس الاذکیا'' کے لقب سے یاد فرمایا ہے، جب کہ وہ خود ہی بڑے ذہین اور طباع تھے، حضرت تحریر فرماتے ہیں:

شرکائے اسباق میں خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر یہ اصحاب ہیں: (۱) مجاہد ملت حضرت مولانا محمد حبیب الرحمن صاحب، آپ نے

مدرسہ سبحانیہ الہ آباد میں لوجہ اللہ خدمات صدارت انجام دیں۔ (۲) رئیس المناظرین حضرت مولانا رفاقت حسین صاحب بہاری مدظلہ العالی جو آج کل دار العلوم شاہ عالم احمد آباد میں مسند صدارت کی زینت ہیں۔ (۳) شمس العلما حضرت مولانا قاضی شمس الدین صاحب جون پوری مدظلہ العالی جو آج کل اپنے وطن مالوف کے دار العلوم حنفیہ کی مسند صدارت پر رونق افروز ہیں۔ (۴) حافظ ملت حضرت مولانا حافظ عبد العزیز صاحب مدظلہ العالی جو سالہا سال سے دار العلوم اشرفیہ مبارک پور ضلع اعظم گڑھ میں مسند صدارت پر مصروف ہدایت ہیں۔ (۵) فخر اماثل حضرت مولانا سلیمان صاحب بھاگل پوری مدظلہ العالی جو آج کل مدرسہ حمیدیہ رضویہ بنارس کی مسند صدارت پر متمکن ہیں۔ (۶) رئیس الاذکیاء حضرت مولانا غلام یزدانی صاحب مرحوم جو دار العلوم مظہر اسلام کی مسند صدارت پر رونق افروز تھے۔ (۷) رئیس الاتقیاء حضرت مولانا سردار احمد صاحب مدظلہ العالی گروداس پوری جو آج کل جامعہ رضویہ لائل پور پاکستان کی مسند صدارت پر فائز ہیں۔ (۸) محسن العلماء حضرت مولانا محسن صاحب فقیہ جو ممبئی کے پاس بھیمڑی (بھیونڈی) کے باشندے ہیں۔ (۹) حضرت رئیس المقررین مولانا صدیق اللہ صاحب (ونکیس) باشندہ بنارس (۱۰) رئیس القراء حضرت مولانا اسد الحق صاحب مدظلہ العالی جو آج کل ریاست اندور میں خدمات فن تجوید انجام دے رہے ہیں۔ ”تلك عشرة كاملة“۔

اب یہ تمام حضرات وصال فرما چکے ہیں۔ رحمهم الله تعالى عليهم اجمعين

تکمیل علم طب: آپ کو علم طب سے بڑی دلچسپی تھی، چناں چہ علم دین کی تکمیل اور فراغت کے بعد استاذ معظم حضور صدر الشریعہ سے اجازت لے کر آپ نے طبیہ کالج لکھنؤ میں داخلہ لے لیا اور تین سال طبیہ کالج لکھنؤ میں رہ کر باقاعدہ طب کی تعلیم حاصل کی اور تکمیل الطب کی سند سے نوازے گئے۔ طب کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد آپ نے درس و تدریس کو اپنا مشغلہ بنایا اور تادم آخر تدریسی خدمات سے متعلق رہے۔ درمیان میں کچھ عرصہ تک اپنے گھوسی محلہ کریم الدین پور میں مطب بھی کیا۔ ایک حاذق کامیاب طبیب کی حیثیت سے آپ نے طبابت کے فرائض انجام دیے قرب و جوار کے امرا، رؤسا اور زمیندار حضرات علاج کے لیے آپ کی طرف رجوع ہوتے تھے، معجون، جوارش، اطریفل اور دیگر مرکبات خود تیار فرماتے، دواسازی میں آپ کو بڑی مہارت تھی۔

تدریسی خدمات: طب سے فراغت کے بعد آپ اپنے وطن گھوسی آ گئے، اس وقت مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم مبارک پور میں ایک مدرس کی ضرورت تھی، مدرسہ کے ناظم اعلی جناب شیخ علیم اللہ سیٹھ صاحب نے حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کی وساطت سے حضور صدر الشریعہ کی خدمت میں عریضہ بھیجا کہ اشرفیہ کے لیے ایک اچھے قابل مدرس کا انتخاب فرمادیں۔ حضرت صدر الشریعہ کی نگاہ انتخاب اپنے ہونہار شاگرد رئیس الاذکیا حضرت مولانا غلام یزدانی صاحب پر پڑی، حضرت نے موصوف کو ماہانہ ۲۵/ روپے مشاہرہ طے کر کے اشرفیہ روانہ فرما دیا، موصوف نے دار العلوم اشرفیہ مصباح العلوم میں ایک کامیاب مدرس کی حیثیت سے ۱۹۳۳ء سے لے کر ۱۹۳۵ء تک تدریسی خدمات انجام دیں، کچھ باہمی اختلاف کی وجہ سے آپ کو ۱۸/ دسمبر ۱۹۳۵ء کو اشرفیہ کی تدریسی خدمات سے علیحدہ ہونا پڑا۔ (بحوالہ مکتوب جناب شیخ علیم اللہ صاحب ناظم اعلی اشرفیہ، مبارک پور)

اشرفیہ سے علیحدگی کے بعد آپ کو صدر العلماء حضرت سید غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمہ نے اپنے مدرسہ اسلامی عربی اندر کوٹ میرٹھ (یوپی) میں بلوالیا، ۱۹۳۶ء میں اپنے شاگرد خاص شارح بخاری حضرت مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ جو آپ کے پاس پڑھتے تھے کو ہمراہ لے کر مدرسہ اسلامی عربی اندر کوٹ میرٹھ تشریف لے گئے، یہاں ایک سال رہ کر تدریسی خدمات انجام دیں۔ پھر ۱۹۳۸ء میں آپ نے گھوسی آکر مطب شروع فرمادیا۔ گھوسی آنے کی وجہ یہ ہوئی کہ آپ کی پہلی اہلیہ محترمہ اچانک بیمار ہو گئیں، آپ اس وقت باہر ہی تھے مرضی مولی از ہمہ اولی، ۸/ مارچ ۱۹۳۸ء میں صبح ساڑھے پانچ بجے اہلیہ کا انتقال ہو گیا جس سے آپ کو سخت صدمہ پہنچا، اس وجہ سے آپ نے مستقل طور پر گھر پر رہنے کا فیصلہ کر لیا اور گھوسی آکر مطب کرنے لگے، پھر چند سال کے لیے حضور صدر الشریعہ نے آپ کو امروہہ کے مدرسہ میں تدریسی خدمات کے لیے بھیج دیا۔ استاذ محترم کا حکم تھا اس لیے تشریف لے گئے مگر وہاں بھی زیادہ قیام نہیں فرمایا اور ۱۹۴۲ء میں گھوسی آ گئے اور دوبارہ طبابت شروع کر دی، ۵/ سال مسلسل اس پیشے کے ساتھ جڑے رہے تقسیم ہند کے بعد ۱۹۴۷ء میں حضرت مولانا سردار

احمد صاحب محدث پاکستان، جو دار العلوم مظہر اسلام بریلی شریف کے پہلے شیخ الحدیث تھے وہ ہجرت کر کے پاکستان چلے گئے۔ اور مظہر اسلام مسجد بی بی جی بریلی کی مسند صدارت خالی ہوگئی تھی۔ حضور سیدی سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کو ایسے عالم کی تلاش تھی جو مولانا سردار احمد صاحب علیہ الرحمہ کی کمی کو پورا کر سکے، اسی اثنا میں کسی موقع پر حضرت والا گھوسی تشریف لائے، حضرت مولانا غلام یزدانی صاحب علیہ الرحمہ بغرض ملاقات حضرت کی قیام گاہ پر حاضر ہوئے، سلام ودعا اور خیر خیریت کے بعد حضرت نے آپ سے فرمایا تشریف رکھیے، آپ حضرت کے سامنے مؤدب بیٹھ گئے، حضور مفتی اعظم ہند نے فرمایا مولانا آج کل کیا کر رہے ہیں، آپ نے عرض کیا حضور! یہیں گھوسی میں مطب کر رہا ہوں، حضرت والا نے مسکراتے ہوئے فرمایا: العلم علمان علم الأديان وعلم الأبدان، ماشاء اللہ آپ نے دونوں شریف علموں کو حاصل فرمایا ہے، علم الابدان کی خدمت کر چکے اب علم الادیان (علم دین) کی طرف توجہ فرمائیے۔ میں چاہتا ہوں کہ مولانا سردار احمد صاحب کی جگہ آپ سنبھال لیں، اور پھر درس وتدریس کا سلسلہ شروع کردیں۔ مولانا سردار احمد صاحب کی کمی کو آپ ہی پوری کر سکتے ہیں، مطب کو بند کر کے بریلی آجایئے۔

حضرت والا کا یہ ارشاد سن کر آپ کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے بریلی شریف جانے کے لیے رضامند ہوگئے، حضرت نے یہ بھی فرمایا کہ پہلے والدہ محترمہ سے جاکر اجازت لے لیں، اگر وہ اجازت دے دیتی ہیں تو سبحان اللہ ورنہ میں ان کو سمجھا کر بریلی جانے کی اجازت دلوا دوں گا۔ آپ کی والدہ ماجدہ کو جب پتہ چلا تو آپ نے بخوشی اجازت دے دی اور آپ ۱۹۴۸ء میں بریلی تشریف لے گئے۔ اور تادم آخر ۱۹۵۵ء تک مرکز اہل سنت دار العلوم مظہر اسلام مسجد بی بی جی بہاری پور بریلی شریف کی مسند صدارت پر فائز رہ کر ہزاروں تشنگان علم کی پیاس بجھا کر خوب خوب ان کو سیراب فرمایا۔

اساتذہ: رئیس الاذ کیاء حضرت علامہ غلام یزدانی اعظمی علیہ الرحمہ نے جن علمائے کرام سے اکتساب علم کیا ہے اس کی تفصیل تو معلوم نہ ہو سکی تاہم اتنا ضرور معلوم ہے کہ فارسی کی تمام کتابیں اپنے چچا مرحوم مولانا احمد علی صاحب سے پڑھیں اور کچھ عربی کی ابتدائی کتابیں بھی آپ سے پڑھیں، اور کچھ کتابیں اپنے بڑے بھائی حضرت شیخ العلما مولانا غلام جیلانی اعظمی سے بھی پڑھیں، فوقانی کتابیں حضور صدر الشریعہ سے پڑھیں، ۱۳۵۲ھ میں جب منظر اسلام بریلی شریف میں پڑھ رہے تھے اس وقت چند فوقانی کتابیں حضور حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں صاحب علیہ الرحمہ سے بھی پڑھی ہیں۔

۱۳۵۲ھ سے قبل دار العلوم معینیہ درگاہ معلی اجمیر شریف کے قیام کے دوران وہاں کے اساتذۂ کرام سے بھی متوسطات کا درس لیا ہے۔ اس وقت دار العلوم معینیہ اجمیر شریف میں جو اساتذۂ کرام برسرکار تھے ان کے اسمائے گرامی بشیر القاری شرح بخاری میں حضرت صدر العلماء نے ذکر فرمائے ہیں، بشیر القاری کے ص:۷ پر موصوف رقم طراز ہیں:

۱۳۵۱ھ میں درگاہ شریف کے متولی اور دار العلوم کے معتمد میر نثار احمد صاحب نے دنیاوی ہوسات اور اقتداری خواہشات کے ماتحت کچھ ایسی تیش زنی اور زہر افشانی فرمائی کہ آپ نے (صدر الشریعہ) کبیدہ خاطر ہو کر استعفا دے دیا اور حجۃ الاسلام حضرت مولانا شاہ حامد رضا خاں صاحب قدس سرہ العزیز کی درخواست پر چالیس طلبہ اپنی ہم رکابی میں لیے ہوئے دار العلوم منظر اسلام بریلی میں تشریف لائے، اور مسند صدارت پر رونق افروز ہوئے۔

ان چالیس طلبہ میں رئیس الاذ کیا حضرت مولانا غلام یزدانی صاحب علیہ الرحمہ بھی شامل تھے، جو ۱۳۵۱ھ میں حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے ہمراہ بریلی آئے تھے، ۱۳۵۳ھ میں یہیں سے آپ کی فراغت ہوئی، اس وقت دار العلوم منظر اسلام میں جو اساتذہ فوقانی درجات میں تھے ان سے بھی آپ نے کچھ کتابیں پڑھی ہوں گی، جس کی تفصیل ہمارے پاس نہیں، البتہ دار العلوم معینیہ میں جن اساتذہ سے آپ کو شرف تلمذ حاصل رہا ان کے اسمائے گرامی حسب تصریح حضرت صاحب بشیر القاری علیہ الرحمہ یہ ہیں:

حضرت مولانا سید عبد المجید صاحب قدس سرہ، ممتاز المناطقہ حضرت مولانا عبد الحی صاحب افغانی مرحوم، رئیس العلماء حضرت مولانا برکات احمد صاحب ٹونکی مرحوم، امام النحاۃ حضرت مولانا سید امیر صاحب پنجابی، باقی فوقانی کتب استاذ معظم صدر الشریعہ حضرت مولانا حکیم محمد امجد علی صاحب صدر المدرسین قدس سرہ سے پڑھیں، چوں کہ حضرت مولانا غلام یزدانی صاحب علیہ الرحمہ صدر العلماء مولانا سید غلام جیلانی صاحب علیہ الرحمہ کے ہم سبق تھے اس لیے جن سے صدر العلما نے پڑھا، انھیں اساتذہ سے رئیس الاذ کیا نے بھی پڑھا۔ (جاری)

آپ کے مسائل

مفتیِ اشرفیہ مفتی **محمد نظام الدین رضوی** کے قلم سے

غیر مسلم کی دوکان سے گوشت خریدنے کا حکم؟

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان عظام کہ (۱) ملک فجی میں دکان پر جو گوشت سپلائی کیا جاتا ہے اس کے بارے میں معلوم نہیں کہ وہ گوشت سنی یا جماعتی کا ذبح کیا ہوا ہے اور یہ اکثر غیر مسلم دکان پر سپلائی ہوتا ہے کیوں کہ دکان کی اکثریت انھیں لوگوں کی ہے اور مسلم لوگ اسی جگہ اپنی خریداری کرتے ہیں۔ اس جگہ فروخت ہونے والے گوشت کا کیا حکم ہے؟ (۲) یہاں میلاد کی محافل کا مسلم لوگ اہتمام بھی کرتے ہیں اور ان میں اکثر لوگ جماعتی امام کی اقتدا میں نماز بھی ادا کرتے ہیں۔ ایسی صورت میں ان کے مذبوحہ کا کیا حکم ہوگا؟ (۳) علاوہ ازیں ملک نیوزی لینڈ سے بھی گوشت یہاں آتا ہے جہاں سنی اور جماعتی وہابی مشترکہ طور پر ایسی کمپنیوں میں کام کرتے ہیں جو گوشت کے کاروبار سے منسلک ہیں اس جگہ کے گوشت کا کیا حکم ہے؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرما کر مشکور فرمائیں۔

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ (۱) یہ گوشت حرام ہے۔ مسلمان اسے نہ خریدیں، نہ کھائیں۔ ماکول اللحم جانوروں کا گوشت درج ذیل چار شرطوں کے ساتھ حلال ہوتا ہے: (۱) مسلمان یا کتابی خود اپنے ہاتھوں سے ذبح کرے اور وقت ذبح بسم اللہ اللہ اکبر پڑھے۔ (۲) ساتھ ہی یہ معلوم ہو کہ ذابح یقیناً مسلم یا کتابی ہے، صرف مسلم یا کتابی ہونے کا شبہہ نہ ہو۔ (۳) مارکیٹ میں وہ گوشت مسلمان ہی لایا ہو، یا مسلمان کا معتمد ملازم لایا ہو یا کم از کم مسلمان کے زیر نگرانی اس طور پر لایا گیا ہو کہ وقت ذبح سے تھوڑی دیر کے لیے بھی وہ گوشت مسلمان کی نگاہ سے اوجھل نہ ہوا ہو۔

(۴) مسلمان کا ذبیحہ حلال ہے اسے کھا سکتے ہیں۔ عوام مسلمین زیادہ تر وہابیوں اور جماعت والوں یعنی دیوبندی تبلیغیوں کے عقاید کفریہ سے بے خبر ہیں اس لیے وہ ان کے پیچھے نماز پڑھ لیتے ہیں ایسے لوگ اسلام سے باہر نہیں، بلکہ مسلمان ہی ہیں، اس لیے ان کا ذبیحہ حلال ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) یہ گوشت بھی حرام ہے کہ یہاں گوشت کے حلال ہونے کی شرط دوم مفقود ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

"بابی" اور "بہائی" فرقے کیا اہل سنت کے خلاف ہیں؟

علمائے کرام و مفتیان عظام اور شارحین دین متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کیا فرماتے ہیں:

چند سالوں سے تحریک بابیت اور بہائیت نے ہندوستان میں بھی اپنا پیر پھیلانا شروع کر دیا ہے۔ اس لیے درج ذیل سوالات کے جوابات مدلل مطلوب ہیں۔

(۱) اس تحریک کے افکار و نظریات کیا ہیں اور ان کا حکم کیا ہے؟ شریعت اسلامیہ سے متصادم ہیں یا موافق؟

(۲) اس تحریک سے منسلک افراد کے ساتھ مسلمانوں کا معاشرت اختیار کرنا، لین دین، دوستی و رشتہ داری، شادی بیاہ کرنا اور مسلمانوں کے قبرستان میں ان کو جگہ دینا کیسا ہے؟

بہائیوں کی مستند و معتبر کتب کی روشنی میں تفصیل سے وضاحت فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔

الجواب

ارشاد رسالت ﷺ کے مطابق اس امت کے بہتر فرقے ناری اور ایک فرقہ ناجی و جنتی ہے۔ ناجی تو اہل سنت و جماعت ہیں اور

باقی بہتر فرقے اسلام اور مسلمانوں کے لیے بلکہ خود اپنے لیے بھی بہت مضر ہیں۔ اس دور میں ان میں سب سے زیادہ خطرناک وہابی، قادیانی، منکرین حدیث وغیرہ ہیں۔ ہمارے اطراف میں "بابی" اور "بہائی" عموماً نہیں پائے جاتے۔ تاہم اس میں کلام نہیں کہ ان کے عقائد اہل حق کے خلاف ہیں۔ اور یہ بھی کلھم فی النار کے افراد سے ہیں۔ ان فرقوں کے عقائد مولانا محمد نجم الدین خاں رام پوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی کتاب "مذاہب الاسلام" میں قدرے تفصیل کے ساتھ بیان کیے ہیں۔ اور علمائے اہل سنت کی دوسری کتابوں مثلاً بہار شریعت جلد اول اور حدوث الفتن وغیرہ میں بھی ان کے عقائد مذکور ہیں۔ آپ ان کا مطالعہ کرلیں، ان کے مخصوص عقائد سے واضح ہو جائے گا کہ یہ فرقے اسلام کے خلاف ہیں اور ان سے مسلمانوں کو دور رہنا چاہیے۔ حدیث میں ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا: إیاکم وإیاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم۔ واللہ تعالیٰ اعلم

حق سے زیادہ کوٹے کا سامان لینا جائز نہیں

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شریعت مسئلہ مندرجہ ذیل کے تعلق سے:

بکر ایسے کوٹے دار سے جہاں پر بکر کا کوئی کارڈ نہیں بنا ہے اور نہ ہی اس کی گرام سبھا ہے، محض دوستی کی بنا پر مٹی تیل، شکر، گیہوں، چاول لیتا ہے۔ مثلاً ۲ ر لیٹر مٹی کا تیل یا کوئی ایسی چیز جو مقدار سے ملنی چاہیے اپنے تعلق، اثر ورسوخ کی بنا پر حق سے زیادہ کوٹہ دار کی مرضی سے حاصل کرتا ہے تو بکر کے لیے اس کا عمل درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب

(۱) سرکاری کوٹے پر عوام کے لیے جو چیزیں چینی، تیل، چاول وغیرہ آتی ہیں وہ متعیّن مقدار میں متعیّن افراد کے لیے آتی ہیں تو جس گرام سبھا میں یہ چیزیں کوٹے دار کے یہاں آتی ہیں اسی گرام سبھا کے عوام ان چیزوں کے حقدار ہوتے ہیں اور ان کا حق بھی اسی مقدار میں ہوتا ہے جو مقدار مقررہ افراد کے لیے متعیّن ہو کر آتی ہے اس لیے دوسرے گرام سبھا کے کسی فرد یا افراد کو کسی گرام سبھا کے کوٹے سے کوئی چیز لینا جائز نہیں کہ یہ دوسروں کی حق تلفی ہے جو حرام وگناہ ہے اور اپنے گرام سبھا کے کوٹے سے بھی اپنے حصہ کی مقدار ہی لینا جائز ہے اس سے زیادہ لینا اپنے گرام سبھا کے کوٹے سے بھی جائز نہیں کہ یہ بھی دوسرے اصحاب حقوق کی حق تلفی ہے۔ علاوہ ازیں یہ قانوناً جرم بھی ہے کہ دوسرے گرام سبھا کے کوٹے سے لیا جائے یا اپنے حق سے زیادہ لیا جائے تو یہ شرعاً قانوناً جرم ہوا پھر یہ جرم صرف لینے والے کا ہی نہیں بلکہ دینے والے کا بھی ہے تو دینے والے، لینے والے دونوں ہی مجرم ہوئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) ہاں اگر اپنے گرام سبھا میں آئے ہوئے کوٹے کے سامان سے اس وجہ سے کچھ فاضل بچ رہے کہ کچھ لوگ یہاں سے کہیں چلے گئے یا ان کی وفات ہوگئی یا انھوں نے مستقل طور پر لینا بند کردیا تو شرعاً ایسے بچے ہوئے اسباب سے لینے کی اجازت ہوگی بشرطے کہ یہ قانوناً جرم نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مرحوم بیٹے کی اولاد کو وراثت میں کوئی حصہ نہیں

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل صورت مسئلہ سے متعلق:

(۱) ہندہ نے قبل وصال زید سے کہا کہ میرا جو بھی مال ہے اس میں سے کچھ فلانہ پوتی کو شادی کے موقع پر دے دینا۔ یا جیسا بھی تم سمجھنا ویسا کرنا۔ زید نے جواب میں کہا کہ ٹھیک ہے جیسا مناسب ہوگا ویسا کرلیں گے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ ہندہ نے اپنے بعد دو بیٹے اور فوت شدہ ایک بیٹے کی بیوی اور پوتے پوتیاں چھوڑیں۔ ان سب کو ہندہ کے مال میں کچھ حق ہے یا نہیں؟ پھر زید کو کچھ حق ہندہ کے کہنے سے ملے گا یا نہیں؟ زید ہندہ کا پوتا ہے۔ بینوا توجروا

الجواب

ہندہ نے اپنی پوتی کے لیے جو کچھ کہا وہ اس کے حق میں وصیت نہیں اس نے اپنے پوتے زید کی صواب دید پر چھوڑ دیا ہے کہ وہ جیسا مناسب سمجھے کرے اور یہ وصیت نہیں۔

ہندہ کا ترکہ صورت مسئولہ میں بعد تقدیم ما تقدم علی الارث دو حصوں میں تقسیم ہو کر ایک ایک حصہ اس کے ہر بیٹے کو ملے گا اور ہندہ کی زندگی میں جو بیٹا فوت ہو گیا اس کی اولاد اور بیوی کو اب کچھ نہ ملے گا۔ وارثین چاہیں تو از راہ صلہ رحمی انھیں کچھ پیش کردیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

جہنمی خوراک اور پوشاک قرآنی آیات کی روشنی میں

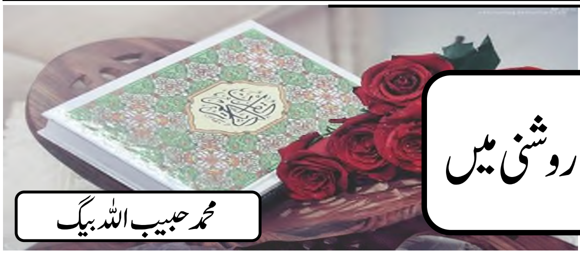

محمد حبیب اللہ بیگ

جہنم اللہ جل وعلا کے قہر وجلال اور غیظ وغضب کا مظہر ہے، جہنم ناقابل برداشت تکالیف کا گھر ہے، جہنم انتہائی خوفناک اور تباہ کن ہے، جہنم اس قدر ہولناک ہے کہ وہاں کی معمولی سزا کے تصور سے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں، دل کی دھڑکنیں تیز ہوجاتی ہیں، کلیجہ منھ کو آجاتا ہے، ہوش وحواس ساتھ چھوڑ دیتے ہیں، نگاہوں کے سامنے اندھیرا چھاجاتا ہے، پیروں تلے زمین کھسکنے لگتی ہے، پھر غیر ارادی طور پہ آنکھیں اشک بار ہوجاتی ہیں، اور ہچکیوں میں دبی دبی آواز میں زبان خوف سے یہ فریاد نکلتی ہے: رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ اے اللہ! مجھے دنیا کی بھلائی عطا فرما، اے اللہ! مجھے آخرت کی بھلائی عطا فرما، اے اللہ! مجھے عذاب دوزخ سے بچالے، اور اپنے کرم سے جنت میں داخل فرمادے۔

آج ہم اپنی روز مرہ زندگی پہ نظر ڈالیں، اور شب وروز کے معمولات کا جائزہ لیں تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اب ہمارے دلوں میں آخرت کا خوف نہیں رہا، جہنم اور وہاں کی تکالیف کا احساس نہیں رہا، وہاں کی ناقابل برداشت سزاؤں کا ڈر نہیں رہا، واضح رہے کہ جہنم ایک ایسا گھر ہے جس میں اطمینان وسکون نام کی کوئی چیز نہیں ہے، جہنم ایک ایسی جگہ ہے جہاں راحت وچین کا کوئی تصور نہیں ہے، جہنم ایک ایسا مقام ہے جہاں ہر طرف عذاب ہی عذاب ہے، جہنم کا لباس، کھانا، پانی سب عذاب ہے، قرآن کریم نے جابجا احوال جہنم کا ذکر فرمایا، اور بڑے عبرت ناک انداز میں ذکر فرمایا، ہم اس مختصر سے مقالے میں جہنم اور اہل جہنم کا ذکر کریں گے، جہنمیوں کے لباس اور ان کو پیش کیے جانے والے ماکولات ومشروبات کی تفصیلات بیان کریں گے۔

قرآن کریم کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد جہنمی خوراک اور پوشاک کے حوالے سے جو تفصیلات ملتی ہیں وہ یہ ہیں:

جہنم میں چار قسم کے کھانے ہوں گے: ۱- زقوم۔ ۲- غسلین۔ ۳- ضریع۔ ۴- طعاماذاغصۃ۔

جہنم میں تین قسم کے پانی ہوں گے: ۱- ماء حمیم اور عین آنیہ۔ ۲- صدید۔ ۳- غساق۔

جہنم میں ایک مخصوص قسم کا لباس ہوگا، اور وہ ہے: ثیاب من نار۔

اب آئیے تفصیل میں جاتے ہیں، اور قرآن وحدیث نیز اقوال سلف کی روشنی میں مذکورہ بالا تمام کلمات کے مطالب جاننے کی کوشش کرتے ہیں۔

زقوم: زقوم ایک درخت کا نام ہے، سورۂ صافات، سورۂ دخان اور سورۂ واقعہ میں اس درخت کا نام صراحۃً ذکر کیا گیا ہے، جب کہ سورۂ اسراء میں: وَالشَّجَرَۃَ الْمَلْعُوْنَۃَ فِی الْقُرْاٰنِ کہ کر اس کی طرف اشارہ کردیا گیا ہے، زقوم زقم بمعنی نگلنا سے ماخوذ ہے، اس درخت کو زقوم کے نام سے موسوم کرنے کی ایک اہم وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ یہ درخت انتہائی بدنما، کڑوا اور بدبودار ہوگا، عام درختوں کے پھل اور پتوں کی طرح نہ اسے اطمینان سے چبایا جاسکتا ہے نہ ہی مزے سے کھایا جاسکتا ہے، بلکہ اسے تو بمشکل تمام نگلنا ہوگا، اور بڑے کرب واضطراب کے ساتھ حلق سے پیٹ میں اتارنا ہوگا، اس لیے اسے زقوم کہا جاتا ہے، جس کا معنی ہے بکثرت نگل جانا، امام رازی آیت مبارکہ: لَاٰکِلُوْنَ مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زَقُّوْمٍ ﴿۵۲﴾ کی توضیح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ومآل الأقوال إلى كون ذلك في الطعم مرا، وفي اللمس حارا، وفي الرائحة منتنا، وفي المنظر أسود، لايكاد يسيغه، فيكره على الابتلاع [1]۔ یعنی یہ درخت انتہائی بدمزہ، سخت گرم، نہایت بدبودار اور بہت زیادہ سیاہ ہوگا، کوئی بھی جہنمی اسے بآسانی نہیں کھاسکے گا، اسی لیے سوائے نگلنے کے کوئی اور چارہ کار نہ ہوگا، اسی لیے اسے زقوم کہا جاتا ہے۔

زقوم کی حقیقت اور جائے پیدائش کے سلسلے میں علمائے تفسیر کے مختلف اقوال ملتے ہیں، ایک قول یہ ہے کہ ہر زہریلے اور جان لیوا پودے کو زقوم کہتے ہیں، ایک قول یہ ہے کہ یہ تہامہ میں اگنے والا ایک تلخ اور خبیث قسم کا درخت ہے، ان دونوں اقوال کے مطابق اس نام کے درخت یا پودے دنیا میں بھی پائے جاتے ہیں، جب کہ تیسرا قول یہ ہے کہ اس نام کا کوئی بھی درخت دنیا میں نہیں پایا جاتا ہے، یہ خالص جہنمی درخت ہے، قرآنی آیات سے اسی کی توثیق ہوتی ہے، چنانچہ سورۂ صافات کی آیت نمبر ۶۲ تا ۶۸ میں اللہ جل شانہ کا فرمان ہے: "اَذٰلِكَ خَیْرٌ نُّزُلًا اَمْ شَجَرَۃُ الزَّقُّوْمِ ﴿۶۲﴾ اِنَّا جَعَلْنٰهَا فِتْنَۃً لِّلظّٰلِمِیْنَ ﴿۶۳﴾ اِنَّهَا شَجَرَۃٌ تَخْرُجُ فِیْۤ اَصْلِ

(۱)- امام رازی، تفسیر کبیر، تفسیر متعلقہ آیت۔

استاذ: جامعہ اشرفیہ، مبارک پور۔

الْجَحِيْمِ ﴿٦٤﴾ طَلْعُهَا كَاَنَّهٗ رُءُوْسُ الشَّيٰطِيْنِ ﴿٦٥﴾ فَاِنَّهُمْ لَاٰكِلُوْنَ مِنْهَا فَمَالِـُٔوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ ﴿٦٦﴾ ثُمَّ اِنَّ لَهُمْ عَلَيْهَا لَشَوْبًا مِّنْ حَمِيْمٍ ﴿٦٧﴾"۔ یعنی جنت کی مہمان نوازی زیادہ بہتر ہے یا زقوم کا درخت؟ ہم نے اس درخت کو آزمائش بنایا ہے، یہ ایسا درخت ہے جو جہنم کی جڑ میں اُگتا ہے، اس کے شگوفے شیطان کے سروں کے مانند ہیں، جہنمی اس سے کھائیں گے اور پیٹ بھریں گے، پھر اس کے بعد انھیں گرم پانی پیش کیا جائے گا۔

ان آیات مبارکہ سے درج ذیل باتیں معلوم ہوتی ہیں :

۱ – زقوم جہنمی درخت ہے، اس کی جڑیں جہنم کے زیریں حصے میں، اور شگوفے پورے جہنم میں پھیلے ہوئے ہیں۔

۲ – اس درخت کے شگوفے شیطان کے سروں کے مانند ہیں، یہ تشبیہ عام بول چال کے مطابق ہے، عام طور پہ یہ دیکھا جاتا ہے کہ اہل زبان جب کسی کی نیکی یا عمدگی بیان کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ فلاں فرشتہ معلوم ہوتا ہے، اور جب کسی کی خباثت و بدباطنی بیان کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ وہ تو شیطان ہے، اور وہ تو – اللہ کی پناہ – شیطان کا باپ معلوم ہوتا ہے، آیت مذکورہ میں بھی اسی معروف اسلوب کے مطابق فرمایا گیا کہ زقوم کے شگوفے ایسے بدصورت اور خوفناک ہیں کہ انھیں دیکھ کر ہر شخص یہی کہے گا کہ یہ تو شیطان ملعون کے پراگندہ سر اور اس کے الجھے ہوئے بال معلوم ہوتے ہیں۔

۳ – اس درخت کے سلسلے میں کسی کو انکار کی گنجائش نہیں ہوگی، یعنی ہر شخص کو اس مہلک درخت سے کھانا ہوگا، اور پیٹ بھر کر کھانا ہوگا۔

۴ – اس درخت سے کھانے کے بعد شدت کی پیاس لگے گی، مدت دراز کے انھیں پانی پیش کیا جائے گا وہ بھی انتہائی گرم اور جوش مارتا ہوا۔

ان آیات بینات میں زقوم کی جائے پیدائش اور اس کی ظاہری شکل وصورت بیان کی گئی ہے، اور صرف یہ بتایا گیا کہ زقوم جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں اگنے والا درخت ہے، اس کے شگوفے شیاطین کے سروں کے مانند ہیں اور پورے جہنم کو محیط ہیں، ہر جہنمی کو اس درخت سے کھانا ہوگا اور پیٹ بھر کھانا ہوگا۔ لیکن اس درخت سے کھانے کے بعد پیٹ کا کیا حال ہوگا؟ اور اس بدنصیب پر کیا گزرے گی اسے یہاں نہیں بلکہ سورہ دخان کی آیت نمبر ۴۳ – ۴۶ میں بیان فرمایا، ارشاد باری ہے : اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ ﴿٤٣﴾ طَعَامُ الْاَثِيْمِ ﴿٤٤﴾ كَالْمُهْلِ يَغْلِيْ فِي الْبُطُوْنِ ﴿٤٥﴾ كَغَلْيِ الْحَمِيْمِ ﴿٤٦﴾۔ زقوم کا درخت گنہ گار کی خوراک ہے، یہ تیل کی تلچھٹ یا پگھلائے ہوئے تانبے کے مانند ہوگا، پیٹ میں ایسے ہی جوش مارے گا جیسے گرم پانی جوش مارتا ہے۔

یعنی زقوم کہنے کو تو کھانا ہوگا، لیکن نہ اس سے بھوک مٹے گی نہ فرحت محسوس ہوگی، کیوں کہ جب یہ پیٹ میں جائے گا تو ایسی تباہی مچائے گا کہ الامان والحفیظ، جو کھانا تیل کی تلچھٹ، ابلتے تانبے اور کھولتے پانی کے مانند ہو اس کی سوزش کا اندازہ کون لگا سکتا ہے، ترمذی شریف میں حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: لو أن قطرة من الزقوم قطرت في دار الدنيا لأفسدت على أهل الدنيا معايشهم، فكيف بمن يكون طعامه؟[2] یعنی زقوم کا اگر ایک قطرہ دنیا میں ٹپک جائے تو اس کی سوزش سے اہل دنیا کی زندگی برباد ہو جائے، تو سوچو کہ زقوم جس کی خوراک ہو اس کا کیا حال ہوگا؟۔

اللہ اکبر! ایسا کھولتا، ابلتا، پگھلتا کھانا کھانے کے بعد جہنمی کو محسوس ہوگا کہ سارا دوزخ سمٹ کر اسی کے پیٹ میں چلا آیا ہے، پیٹ میں آگ بھڑک اٹھے گی، زقوم کی ناقابل برداشت سوزش سے بے قابو ہو جائے گا، اور رو رو کر پانی طلب کرے گا، لیکن افسوس کہ پانی ملے گا بھی تو ایک مدت دراز کے بعد، اور بھی آگ برساتا ہوا، لپیٹ مارتا ہو، اور خون رلاتا ہوا، اللہ جل شانہ سورہ واقعہ کی آیت نمبر ۵۱ – ۵۵ میں ارشاد فرماتا ہے:

ثُمَّ اِنَّكُمْ اَيُّهَا الضَّآلُّوْنَ الْمُكَذِّبُوْنَ ﴿٥١﴾ لَاٰكِلُوْنَ مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زَقُّوْمٍ ﴿٥٢﴾ فَمَالِـُٔوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ ﴿٥٣﴾ فَشٰرِبُوْنَ عَلَيْهِ مِنَ الْحَمِيْمِ ﴿٥٤﴾ فَشٰرِبُوْنَ شُرْبَ الْهِيْمِ ﴿٥٥﴾ اللہ کی آیتوں کو جھٹلانے والو! گمراہی میں بھٹکنے والو! تمھیں زقوم کھانا ہوگا، پیٹ بھر کھانا ہوگا، پھر گرم پانی پینا ہوگا، اور پیاسے اونٹوں کی طرح پینا ہوگا۔

اس درخت کی ہلاکت خیزیوں کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اللہ رب العزت نے اسے ملعون یعنی اپنی رحمت اور ہر خیر سے دور کہا، اس کو لوگوں کے لیے آزمائش کا باعث بنایا، اسے اپنے غیظ و غضب کے مرکز جہنم میں اگایا، اس کے شگوفوں کو اپنے نافرمان دشمن یعنی شیاطین کے سروں کے مانند بنایا، اور اس کی تاثیر یہ رکھی کہ کھاتے ہی پیٹ میں آگ کے شعلے بھڑک اٹھتے ہیں اور پیٹ کی دنیا زیر و زبر ہو کر رہ جاتی ہے۔

ہم پر ضروری ہے کہ ہم اللہ کو ناراض کرنے والے کاموں سے گریز کرتے رہیں، اور ہمیشہ اس کے حضور یوں دعا کرتے رہیں: رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ۖ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ﴿٦٥﴾ مولیٰ! ہم سے جہنم کا عذاب پھیر دے، بے شک جہنم کا عذاب ساتھ نہیں چھوڑتا۔

ضریع: اہل جہنم پر مسلط کیے جانے والے دوسرے کھانے کا نام ضریع ہے، سورہ غاشیہ کی آیت نمبر ۶–۷ میں اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے: لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِيْعٍ ﴿٦﴾ لَّا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِيْ مِنْ جُوْعٍ ﴿٧﴾ یعنی

(۲) – امام ترمذی، جامع ترمذی، ابواب صفة جہنم، باب صفة شراب اہل النار، ج:۲، ص:۸۲

اہل جہنم کو سوائے ضریع کے کوئی دوسرا کھانا میسر نہیں ہوگا، ضریع نہ فربہی لائے گا نہ بھوک مٹائے گا۔

ضریع، ضرع سے مشتق ہے، جس کے معنی عاجزی اور فروتنی کے ہیں، اس درخت کو ضریع کہنے کی وجہ یہ ہے کہ جب یہ حلق سے ہوکر پیٹ میں جائے گا تو ایسی تباہی مچائے گا کہ بندہ کو اللہ کے حضور عاجزی اور فروتنی کے سوا کوئی چارہ نہیں رہے گا، تو بندہ اللہ کے حضور گریہ وزاری کرے گا، اور اس مصیبت سے نجات کے لیے فریاد کرے گا، اس طرح یہ کھانا آہ وزاری کا سبب بنتا ہے، اسی لیے اس کو ضریع کہتے ہیں۔

مذکورہ آیت کی تفسیر کرتے ہوئے امام قرطبی ضریع کی حقیقت کچھ اس طرح بیان فرماتے ہیں : قال عكرمة ومجاهد: الضريع نبت ذو شوك لاصق بالأرض، تسميه قريش الشبرق إذا كان رطبا، فإذا يبس فهو الضريع، لاتقربه دابة ولا بهيمة ولا ترعاه، وهو سم قاتل، وهو أخبث الطعام وأشنعه، على هذا عامة المفسرين.[۳] یعنی حضرت عکرمہ اور مجاہد کے مطابق ضریع زمین پر پھیلنے والا ایک خاردار پودا ہے، لغت قریش میں اس نوع کے تر پودوں کو شبرق، اور خشک کو ضریع کہتے ہیں، کوئی جانور اس کے قریب نہیں جاتا، کوئی چوپایہ اس کی گھاس نہیں چرتا، کیوں کہ یہ زہر قاتل ہوتا ہے، یہ انتہائی خبیث اور منحوس کھانا شمار کیا جاتا ہے، اور یہی عامہ مفسرین کا موقف ہے۔

لغت وتفسیر کی مستند کتابوں میں ضریع سے متعلق بہت سے اقوال وآثار ملتے ہیں، ان تمام اخبار وآثار کا ماحصل یہ ہے کہ ضریع ایک خاردار، زہر آلود اور بدبودار پودا ہے، ظاہر سی بات ہے کہ ایسے پودوں کے استعمال سے نہ فربہی آسکتی ہے نہ ہی آسودگی مل سکتی ہے، بلکہ ایسے پودے جسم میں پہنچ جائیں تو زبان، حلق اور پیٹ سمیت پورے جسم میں زہر پھیل جائے گا، پورے وجود میں آگ لگ جائے گی، بندہ ایک نئی آفت میں مبتلا ہوجائے گا، اور کھانے، پینے کے باوجود بھوکا، پیاسا رہے گا۔ ترمذی شریف میں حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: يلقى على أهل النار الجوع، فيعدل ما هم فيه من العذاب، فيستغيثون فيغاثون بطعام من ضريع لايسمن ولايغني من جوع، فيستغيثون بالطعام، فيغاثون بطعام ذي غصة[۴]. یعنی اہل جہنم پر ایسی سخت بھوک مسلط کی جائے گی جو عذاب کے مانند ہوگی، وہ لوگ بھوک کے عذاب سے نجات پانے کے لیے کھانے کی فریاد کریں گے، ان کے سامنے ضریع پیش کیا جائے گا، جس سے نہ ان کی بھوک مٹے گی نہ جسم کو تقویت ملے گی، پھر کھانا طلب کریں گے، تو ایسا کھانا پیش کیا جائے گا جو گلے میں اٹک جائے گا، اور ان کے لیے وبال جان بن جائے گا۔

ضریع اور جہنم میں پیش آنے والے عذاب کو پڑھ کر ہمیں اپنے رب سے ڈرنا چاہیے، اور اس کے حضور یوں فریاد کرنا چاہیے کہ: رَبَّنَآ اِنَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۶﴾ اللہ ! ہم تجھ پر ایمان رکھتے ہیں، ہمیں بخش دے، اور عذاب نار سے بچالے۔

غسلین: اہل جہنم کو پیش کیے جانے والا تیسرا کھانا غسلین ہے:

سورۂ معارج کی آیت نمبر ۳۵-۳۶ میں اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے: فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ هٰهُنَا حَمِيْمٌ ﴿۳۵﴾ وَّ لَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِسْلِيْنٍ ﴿۳۶﴾ لَّا يَاْكُلُهٗٓ اِلَّا الْخَاطِئُوْنَ ع یعنی آج یہاں مجرم کا کوئی دوست نہیں ہوگا، اور اس کے لیے سوائے غسلین کے کوئی دوسرا کھانا نہیں ہوگا، اسے تو صرف خطاکار کھائیں گے۔

غسلین غسل سے مشتق ہے، غسل کا معنی دھونا، اور غسلین کا معنی غسالہ ہے، یہاں غسلین بمعنی غسالہ سے وہ تمام سیال مادے مراد ہیں جو جہنمیوں کی شرم گاہوں اور زخموں سے خون، پیپ اور انتہائی مکروہ ومتعفن پانی کی شکل میں بہتے ہوں گے، ایسی تمام بدبودار گندی رطوبتیں جہنم میں ایک جگہ جمع ہوتی رہیں گی، اور جب جہنمی کھانے کو ترسیں گے تو انھیں کھانا میسر نہیں ہوگا، کھانے کے بجائے یہی غسلین پیش کردیا جائے گا، اسی لیے قرآن کریم نے اس مادے کو طعام سے، اور اس کے پینے کو اکل سے تعبیر فرمایا ہے۔ العیاذ باللہ۔

امام حاکم نے مستدرک میں حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ولو أن دلوا من غسلين يهراق في الدنيا لأنتن بأهل الدنيا[۵]. یعنی ایک ڈول غسلین دنیا میں گرادیا جائے تو سارے اہل زمین بدبو سے پریشان ہوجائیں۔ اللہ کی پناہ، ایسے بدبودار غسلین سے جہنمی اپنی پیاس مٹانے پر مجبور ہوں گے۔

خون، پیپ، پھوڑوں سے رسنے والی رطوبت، اور زخموں کا غسالہ ایسی مکروہ اور گھناؤنی چیزیں ہیں کہ محض ان کے تصور سے ہی طبیعت میں عجیب انقباض پیدا ہوجاتا ہے، کوئی بھی شخص ایسے مادوں کو بالقصد دیکھنا گوارا نہیں کرتا، ان کو منھ کے قریب لانے کی ہمت نہیں کرتا، چہ جائیکہ کوئی ان کو پی کر پیٹ بھرنے کا تصور باندھے، لیکن جہنمی اس قدر مجبور اور بے بس ہوں گے، اس قدر بھوکے اور پیاسے ہوں گے کہ ایسی مکروہ، بدبودار اور

(۳) - امام قرطبی، الجامع لاحکام القرآن، تفسیر متعلقہ آیت۔

(۴) - امام ترمذی، جامع ترمذی، ابواب صفۃ جہنم، باب صفۃ طعام اہل النار، ج:۲، ص:۸۲

(۵) - محمد بن عبد اللہ الحاکم، المستدرک علی الصحیحین، تفسیر سورہ حاقہ، ج:۳، ص:۳۲۷۔

خبیث چیزوں کو کھانے پر راضی ہو جائیں گے۔

اللہ ہمیں اپنے عذاب سے بچائے، اور نار دوزخ سے محفوظ رکھے، رَّبِّ اغۡفِرۡ وَ ارۡحَمۡ وَ اَنۡتَ خَیۡرُ الرّٰحِمِیۡنَ ﴿۱۱۸﴾ مولیٰ! معاف کر دے، رحم فرمادے، تو ہی سب سے بہتر رحم فرمانے والا ہے۔

طعاماذاغصة: قرآن کریم نے اہل جہنم کو پیش کیے جانے والے کھانے کا ذکر کرتے ہوئے سورۂ مزمل کی آیت نمبر ۱۱ -۱۳ میں فرمایا: وَ ذَرۡنِیۡ وَ الۡمُکَذِّبِیۡنَ اُولِی النَّعۡمَۃِ وَ مَہِّلۡہُمۡ قَلِیۡلًا ﴿۱۱﴾ اِنَّ لَدَیۡنَاۤ اَنۡکَالًا وَّ جَحِیۡمًا ﴿۱۲﴾ وَّ طَعَامًا ذَا غُصَّۃٍ وَّ عَذَابًا اَلِیۡمًا ﴿۱۳﴾ یعنی جھٹلانے والے ملداروں کو میرے لیے چھوڑ دو، اور انھیں تھوڑی مہلت دو، بے شک ہمارے پاس ان کے لیے بیڑیاں ہیں، جہنم کی تپش ہے، گلے میں اٹکتا کھانا ہے، اور دردناک عذاب ہے۔

ان آیات مبارکہ کے مطابق اہل جہنم کو ایسا کھانا کھلایا جائے گا جو حلق میں پھنس جائے گا، نہ باہر آئے گا نہ اندر جائے گا، اس طرح کے کھانے کی وجہ سے جہنمی ایک اور آفت میں مبتلا ہو جائے گا، اس آیت کی تفسیر میں اکثر مفسرین نے یہی لکھا ہے کہ اس سے زقوم، ضریع اور غسلین مراد ہے، کیوں کہ یہ تمام چیزیں زبان جلاتی ہوئی اور حلق میں چبھتی ہوئی پیٹ میں جائیں گی، اور پیٹ میں پہنچنے کے بعد ایک نئی آزمائش سے دو چار کریں گی۔ عامہ مفسرین کے بالمقابل بعض حضرات کا موقف یہ ہے اس سے ایک مخصوص خاردار کھانا مراد ہے جو درخت عوسج کے خشک اور خاردار پتوں کے مانند ہوگا۔ بہر صورت جہنمی کو گلے میں اٹکتا ہوا، حلق میں پھنستا ہوا خاردار کھانا پیش کیا جائے گا۔ العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ.

جہنمی ماکولات کے بارے میں بیان کردہ تفصیلات دیکھنے کے بعد اس بات کا یقین ہو جاتا ہے کہ جہنمی کھانا بھی عذاب کا ایک حصہ ہے، اسی لیے وہاں کھانے کے لیے پیش کی جانے والی چیزوں سے نہ بھوک مٹے گی نہ غذائیت حاصل ہوگی، بلکہ یہ تمام مطعومات زبان، منھ، حلق اور پیٹ میں وہ تباہی مچائیں گے جسے الفاظ کی زبانی بیان نہیں کیا جا سکتا، اللہ فضل فرمائے، اور جہنم میں لے جانے والے اعمال سے بچائے، رَبِّ اَوۡزِعۡنِیۡۤ اَنۡ اَشۡکُرَ نِعۡمَتَکَ الَّتِیۡۤ اَنۡعَمۡتَ عَلَیَّ وَ عَلٰی وَالِدَیَّ وَ اَنۡ اَعۡمَلَ صَالِحًا تَرۡضٰىہُ وَ اَدۡخِلۡنِیۡ بِرَحۡمَتِکَ فِیۡ عِبَادِکَ الصّٰلِحِیۡنَ ﴿۱۹﴾۔ اے اللہ! مجھے توفیق دے کہ تیری ان نعمتوں کا شکر ادا کروں جو تو نے مجھے اور میرے والدین کو عطا فرمائیں، اور اس بات کی توفیق دے کہ تجھے راضی کرنے والے نیک اعمال کروں، اور مجھے اپنی رحمت سے اپنے نیک بندوں میں شامل فرما۔ آمین، یارب العالمین۔

جهنمی مشروبات: اب آئیے ماکولات سے مشروبات کی طرف بڑھتے ہیں، اور یہ جاننے کی کوشش کرتے ہیں کہ جہنم میں کتنی قسم کے مشروبات پیش کیے جائیں گے، اور وہ کیسے ہوں گے؟۔ ہم نے شروع ہی میں واضح کر دیا تھا کہ جہنم میں پیش کیے جانے مشروبات تین طرح کے ہوں گے: ۱- ماء حمیم اور عین آنیہ۔ ۲- صدید۔ ۳- غساق۔ ہم یہاں قرآنی آیات کی روشنی میں مذکورہ تینوں مشروبات کی قدرے تفصیل پیش کریں گے۔

ماء حمیم اور عین آنیه: جہنم میں مجرموں کو انتہائی گرم پانی پیش کیا جائے گا، قرآن کریم نے اس کو ماء حمیم، حمیم آن اور عین آنیہ کے عنوان سے ذکر فرمایا ہے، آن اور آنیہ کا ایک ایک مرتبہ اور حمیم کا پندرہ مرتبہ ذکر فرمایا ہے۔ حمیم کا معنی گرم ہے، جب کہ آن اور آنیہ کا معنی سخت گرم ہے، تفسیر قرطبی میں کتب تفاسیر کے حوالے سے مرقوم ہے کہ یہ پانی اس قدر گرم ہوگا کہ اگر ایک قطرہ بھی دنیا کے پہاڑوں پر گر جائے تو پہاڑ پگھل کر بہ جائیں۔ اس باب میں وارد قرآنی آیات کا بغور مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جہنمیوں کو صرف گرم پانی پلانے پر اکتفا نہیں کیا جائے گا ،بلکہ ان کے سروں پر انڈیلا بھی جائے گا۔ اور دونوں ہی صورتوں میں ان کے پیٹ کی آنتیں کٹ کٹ کر بہ جائیں گی۔

ہم یہاں تین آیات پیش کریں گے، اور اس بات کی وضاحت کریں گے کہ جب جہنم کا گرم پانی منھ کے قریب آئے گا تو کیا گل کھلائے گا، پیٹ میں جائے گا تو کیسی تباہی مچائے گا، اور جب جسم پر پڑے گا تو کیسی آفت میں مبتلا کرے گا۔ گرم پانی کا برتن جب منھ کے قریب آئے گا تو چہرے کو بھون ڈالے گا، چنانچہ سورۂ کہف کی آیت نمبر ۲۹ میں ارشاد فرمایا: وَ اِنۡ یَّسۡتَغِیۡثُوۡا یُغَاثُوۡا بِمَآءٍ کَالۡمُہۡلِ یَشۡوِی الۡوُجُوۡہَ ؕ بِئۡسَ الشَّرَابُ ؕ وَ سَآءَتۡ مُرۡتَفَقًا ﴿۲۹﴾ جب پانی مانگیں گے تو تیل کی تلچھٹ کی طرح گرم پانی پیش کیا جائے گا، جو چہروں کو بھون ڈالے گا، کیا ہی برا مشروب، اور کیا ہی برا ٹھکانہ۔ جب یہی پانی منھ کے راستے پیٹ میں جائے گا تو پوری آنتیں ٹوٹ ٹوٹ کر بہ جائیں گی، چنانچہ سورۂ محمد کی ایک طویل آیت میں فرمایا: کَمَنۡ ہُوَ خَالِدٌ فِی النَّارِ وَ سُقُوۡا مَآءً حَمِیۡمًا فَقَطَّعَ اَمۡعَآءَہُمۡ ﴿۱۵﴾ یعنی اہل جنت اہل جہنم کی طرح نہیں ہو سکتے، کیوں کہ دوزخیوں کو گرم پانی پلایا جائے گا کہ تو ان کی آنتوں کو کاٹ کر رکھ دے گا۔ اور جب یہی پانی سر پر انڈیلا جائے گا تو اندر باہر سب کو پگھلا دے گا، چنانچہ سورۂ حج کی آیت نمبر ۱۹ - ۲۰ میں فرمایا: ہٰذٰنِ خَصۡمٰنِ اخۡتَصَمُوۡا فِیۡ رَبِّہِمۡ ۫ فَالَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا قُطِّعَتۡ لَہُمۡ ثِیَابٌ مِّنۡ نَّارٍ ؕ یُصَبُّ مِنۡ فَوۡقِ رُءُوۡسِہِمُ الۡحَمِیۡمُ ﴿ۚ۱۹﴾ یُصۡہَرُ بِہٖ مَا فِیۡ بُطُوۡنِہِمۡ وَ الۡجُلُوۡدُ ﴿ؕ۲۰﴾ ان دونوں فریقوں نے اپنے رب کے بارے میں اختلاف کیا، تو جنھوں نے کفر کیا ان کے لیے آگ کے کپڑے

تیار کیے جائیں گے، ان کے سروں پر گرم پانی انڈیلا جائے گا، جس سے ان کے پیٹ بہ جائیں گے اور ان کی کھالیں گل جائیں گی۔

ترمذی شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: إن الحميم ليصب على رؤسهم فينفذ الحميم حتى يخلص إلى جوفه، فيسلت ما في جوفه، حتى يمرق من قدميه ثم يعاد كما كان(۶)۔ یعنی گرم پانی جہنمیوں کے سروں پر انڈیلا جائے گا، تو وہ ان کے سروں کو چیرتا ہوا پیٹ تک چلا جائے گا، پیٹ کی رگوں اور آنتوں کو کاٹ ڈالے گا، اور قدموں کے راستے نکل جائے گا، بعد از آں جہنمی سابقہ حالت پر آجائے گا، پھر اس کے ساتھ دوبارہ عذاب کا سلسلہ شروع ہوگا۔

ان آیات واحادیث کے مطابق جہنم کا پانی آگ سے کسی طرح کم نہیں ہوگا، کیوں کہ آگ صرف ظاہر کو جلاتی ہے، لیکن یہ پانی ظاہر کے ساتھ ساتھ باطن کو بھی جلا ڈالے گا، اور پورے وجود کو ناکارہ بنادے گا، اللہ ہمیں اس عذاب کے پانی سے محفوظ رکھے، رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۚ وَاعْفُ عَنَّا ۗ وَاغْفِرْ لَنَا ۗ وَارْحَمْنَا ۗ اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۸۶﴾۔ اے اللہ! ہم سے سہواً اور عمداً ہونے والی غلطیوں پر ہم سے مواخذہ نہ فرما، اور ہم پر ویسا بار نہ ڈال جیسا بار اگلی امتوں پر ڈالا، اے اللہ! ہم پر وہ بار نہ ڈال جس کی ہم میں طاقت نہیں، اے اللہ! ہمیں معاف فرما، ہمیں بخش دے، ہم پر رحم فرما، اے اللہ! تو ہی ہمارا مالک ہے، ہمیں دشمنوں پر غلبہ عطا فرما۔

صدید: جہنم میں پینے کے لیے پیش کیے جانے والا دوسرا مشروب صدید یعنی پیپ ہے، اللہ رب العزت سورۂ ابراہیم کی آیت نمبر ۱۵–۱۷ میں ارشاد فرماتا ہے: وَاسْتَفْتَحُوْا وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ ﴿۱۵﴾ مِّنْ وَّرَآئِهٖ جَهَنَّمُ وَيُسْقٰى مِنْ مَّآءٍ صَدِيْدٍ ﴿۱۶﴾ يَّتَجَرَّعُهٗ وَلَا يَكَادُ يُسِيْغُهٗ وَيَاْتِيْهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّمَا هُوَ بِمَيِّتٍ ۭ وَمِنْ وَّرَآئِهٖ عَذَابٌ غَلِيْظٌ ﴿۱۷﴾۔ یعنی انبیا نے اپنی قوم پر نصرت وغلبہ کے لیے دعا مانگی تو اللہ نے ان کی دعا سن لی، اور ہر سرکش ظالم نامراد ہوا، اس کے پیچھے جہنم ہے، جہاں اسے پیپ یا پیپ کے مانند پانی پلایا جائے گا، جسے بمشکل گھونٹ گھونٹ کے پیے گا، اور بآسانی نہ پی سکے گا، اسے ہر طرف سے موت آئے گی، پر نہ مرے گا، اس کے بعد سخت عذاب ہے۔

ان آیات مبارکہ میں اللہ جل شانہ نے فرمایا: وَيُسْقٰى مِنْ مَّآءٍ صَدِيْدٍ ﴿۱۶﴾ یعنی جہنمی کو ماء صدید پلایا جائے گا، علمائے تفسیر نے اس کی دو توجیہات پیش کی ہیں، پہلی توجیہ یہ ہے کہ صدید ماء کا بدل یا عطف بیان ہے، اس صورت میں معنی ہوگا کہ انھیں پیپ پلایا جائے گا، دوسری توجیہ یہ ہے کہ صدید ماء کی صفت ہے، اور یہاں مثل یا کاف برائے تشبیہ محذوف ہے، اس صورت میں معنی ہوگا کہ انھیں ایسا پانی پلایا جائے گا جو رنگ، بو اور مزے میں پیپ کے مانند ہوگا۔ بہر دو صورت یہ پیپ یا پیپ نما پانی اس قدر گندا، بدبودار اور ہولناک ہوگا کہ کوئی بھی جہنمی بآسانی نہیں پی سکے گا، بمشکل تمام گھونٹ گھونٹ گلے سے اتارنا ہوگا، اور جب یہ سیال مادہ حلق سے نیچے اترے گا جان پر بن جائے گی، دم گھٹنے لگے گا، نگاہوں کے سامنے موت گردش کرنے لگے گی، موت آجاتی تو قصہ تمام ہوجاتا، لیکن افسوس کہ موت بھی نہیں آئے گی اور بندہ موت وحیات کے درمیان عجیب کشمکش میں رہے گا، اور ناقابل برداشت تکالیف میں گھرا رہے گا۔ اللہ کی پناہ۔

اللہ ہمیں اس بلا سے محفوظ رکھے، اگر وہ مدد فرمادے تو بیڑا پار ہے، ورنہ معاملہ بہت ہی سنگین ہے، رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا ٚ وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۲۳﴾ اے اللہ! ہم نے اپنے اوپر ظلم کیا، اگر تو نے معافی دے کر رحم نہیں کیا تو ہم خسارے میں رہیں گے۔

غساق: اہل دوزخ کو پلایا جانے والا ایک اور مشروب ہے، جس کا نام غساق ہے، قرآن کریم نے سورہ نبأ اور سورہ ص میں اس ذکر فرمایا ہے، سورہ ص کی آیت نمبر ۵۵ – ۵۸ میں ہے: هٰذَا ۭ وَاِنَّ لِلطّٰغِيْنَ لَشَرَّ مَاٰبٍ ﴿۵۵﴾ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۚ فَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۵۶﴾ هٰذَا ۙ فَلْيَذُوْقُوْهُ حَمِيْمٌ وَّغَسَّاقٌ ﴿۵۷﴾ وَّاٰخَرُ مِنْ شَكْلِهٖٓ اَزْوَاجٌ ﴿۵۸﴾ ۭ یعنی سرکشی کرنے والوں کا ٹھکانہ بہت برا ہے، اور وہ جہنم ہے، جس میں وہ جائیں گے، جہنم بہت ہی زیادہ تکلیف دہ بچھونا ہے، جہاں ان سے کہا جائے گا کہ یہ گرم پانی ہے اور یہ پیپ، ان کا مزہ چکھو، اس کے علاوہ اور بھی مختلف قسم کے عذاب ہوں گے۔

ان آیات کے مطابق جہنمیوں کو پینے کے لیے غساق پیش کیا جائے گا، غساق کے سلسلے میں کتب تفسیر میں بہت سے اقوال ملتے ہیں، مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں امام قرطبی کے ذکر کردہ بعض اقوال یہ ہیں:

۱ – غساق کا معنی زمہریر ہے، جہنم میں جس طرح آگ اپنی گرمی سے جلائے گی بالکل اسے طرح زمہریر بھی اپنی ناقابل برداشت ٹھنڈک سے جلا ڈالے گا۔

۲ – جہنمیوں کی آنکھوں سے جاری آنسو کو غساق کہتے ہیں، ان کے آنسو ایک حوض میں جمع ہوتے رہیں گے، پیاس لگنے انھیں اسی حوض سے پلایا جائے گا۔

(۶) – امام ترمذی، جامع ترمذی، ابواب صفۃ جہنم، باب صفۃ شراب اہل النار، ج:۲، ص:۸۲۔

۳-غساق ایک جہنمی چشمہ ہے جس میں سانپ، بچھو وغیرہ زہریلے جانوروں کا زہر منتقل ہوتا رہے گا، جہنمیوں کو اسے زہریلے چشمہ سے پلایا جائے گا۔

بیشتر مفسرین نے اس کی توجیہ صدید یعنی پیپ سے کی ہے، کیوں کہ غساق غسق سے مشتق ہے، جس کا معنی ہے زخموں سے زرد پانی کا بہنا، اور ظاہر ہے کہ زخموں سے بہنے والا زرد مادہ پیپ ہی ہوتا ہے، لہٰذا یہاں غساق کا معنی پیپ، یا کچا خون ہوگا۔

غساق کی حقیقت میں اختلاف ہوسکتا ہے، لیکن اس میں کسی کے لیے اختلاف کی گنجائش نہیں ہے کہ جہنم کا ہر مشروب عذاب ہے، لہٰذا غساق بھی عذاب ہے، اور یہ کیسا عذاب ہے اسے مختلف احادیث میں بیان کیا گیا، ترمذی شریف میں ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:لو أن دلوا من غساق يهراق في الدنيا لأنتن أهل الدنيا(۷)۔ یعنی غساق کا ایک ڈول بھی زمین میں ڈال دیا تو پوری دنیا میں تعفن پھیل جائے، اور ساری کائنات بدبودار ہوجائے، اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے عذاب سے بچائے، آمین۔

جہنمی لباس: اب آئیے ماکولات ومشروبات کے بعد ملبوسات کی طرف بڑھتے ہیں، اور یہ جاننے کی کوشش کرتے ہیں کہ جہنم میں کس قسم کے کپڑے پہنائے جائیں گے، ہم نے شروع ہی میں واضح کردیا تھا کہ جہنم میں ایک مخصوص قسم کا لباس پہنایا جائے گا، اور وہ ہے: ثیاب من نار یعنی آگ کا لباس، سورۂ حج کی آیت نمبر ۱۹ میں اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے: فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ مِّنْ نَّارٍ۔ یعنی کفار کے لیے آگ کے کپڑے تیار کیے جائیں گے۔

کسی بھی قسم کے لباس کے دو بنیادی مقاصد ہوتے ہیں، ایک ستر پوشی، دوسرے موسمی اثرات سے حفاظت، یہ دنیا کا معاملہ ہے، لیکن آخرت کا حال دنیا کے حال سے یکسر مختلف ہے، آخرت حساب وکتاب کا دن ہے، اور جہنم سزا وعذاب کا گھر ہے، اسی لیے روز آخرت اور جہنم کے لباس سے نہ ستر پوشی ہوگی نہ کسی قسم کی راحت ملے گی، بھلا آگ سے تیار شدہ لباس سے کیا راحت ملے گی؟ اگر کپڑوں میں آگ لگ جائے تو پورا جسم بھون جائے گا، اور اگر کسی کو آگ ہی کے کپڑے پہنا دیے جائیں تو اس کی کیا کیفیت ہوگی اس کا عقل انسانی ادراک نہیں کرسکتی۔

دعا ہے کہ: رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَ كَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَ تَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ۚ رَبَّنَا وَ اٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ وَ لَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ۔ اے اللہ! ہمارے گناہوں کو معاف فرما، ہماری خطاؤں کو در گذر فرما، اور ہمیں اچھوں کے ساتھ اٹھا، اے اللہ! ہمیں وہ عطا فرما جس کا رسولوں کی زبانی ہم سے وعدہ فرمایا، ہمیں قیامت کے دن رسوا نہ کر، بے شک تو وعدہ خلافی نہیں کرتا۔

لمحہ فکریہ: ہماری پیش کردہ معلومات کی روشنی میں یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوجاتی ہے کہ جہنم اللہ جل شانہ کے قہر وجلال کا عظیم مظہر ہے، وہاں ہر طرف عذاب ہی عذاب ہے، حتی کہ وہاں کا کھانا، پانی اور لباس بھی عذاب ہے، اور کیوں نہ ہو کہ وہاں کھانے کے لیے خاردار درخت، زہر آلود پودے، اور گلے میں چبھتا ہوا کھانا پیش کیا جائے گا، پینے کے لیے انتہائی گرم پانی، شرم گاہوں سے بہتی رطوبت، زخموں سے بہتا ہوا زرد مواد، اور نہایت ہی بدبودار پیپ پیش کیا جائے گا، جب یہ جہنمی کھانا حلق سے ہو کر گزرے گا تو گلے میں چبھ جائے گا، پیٹ میں جائے گا تو تیل کی تلچھٹ کی طرح کھولنے لگے گا، پھر پیٹ کی آگ بجھانے کے لیے پانی پیش کیا جائے گا، پانی کا برتن منھ کے قریب آتے ہی ساری کھال جل جائے گی، پانی پیٹ میں جائے گا تو ساری آنتیں کٹ کٹ کر بہ جائیں گی، اور کھانے پینے کا یہ عمل اس قدر جان سوز ہوگا کہ نگاہوں کے سامنے موت گردش کرنے لگے گی، لیکن لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَ لَا يَحْيٰى۔ وہاں نہ سکون کی زندگی ہے نہ عافیت کی موت۔

ان تمام تفصیلات کو پڑھنے کے بعد ہمیں اس پہلو پر بھی غور کرنا ہے کہ اگر اللہ ناراض ہو گیا، اور ہمارے لیے جہنم کا فیصلہ ہو گیا تو ہم پر کیا گزرے گی، جو شخص مچھر کا ڈنک برداشت نہ کرسکے، دنیا کی معمولی پریشانیوں پر صبر نہ کرسکے وہ جہنم کی ہولناک تکالیف کو کیوں کر برداشت کرسکتا ہے؟ لہٰذا ضرورت ہے اس بات کی کہ آخرت کی تیاری جائے، نماز باجماعت کا اہتمام کیا جائے، تلاوت قرآن کا معمول بنایا جائے، فرائض وواجبات کی پابندی کی جائے، ممنوعات ومنکرات سے اجتناب کیا جائے، اور ہر کام میں اللہ ورسول کی رضا جوئی کو پیش نظر رکھا جائے، اور ہمہ وقت اس کے حضور حاضر ہو کر یوں دعا کی جائے کہ: رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ ۖ رَبَّنَا وَ تَقَبَّلْ دُعَآءِ۝ رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَ لِوَالِدَيَّ وَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ۔ اے اللہ مجھے اور میری اولاد کو نمازی بنادے، اے اللہ! میری دعا سن لے، اے اللہ! مجھے، میرے والدین کو اور سارے مسلمانوں کو بخش دے، آمین، یارب العالمین۔ وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین، برحمتک یا ارحم الراحمین۔ ☆☆☆

(۷) - امام ترمذی، جامع ترمذی، ابواب صفۃ جہنم، باب صفۃ شراب اہل النار، ج:۲، ص:۸۲

حضرت مخدوم سید اشرف جہاں گیر سمنانی علیہ الرحمہ

دیار مرشد سے دیار مرشد تک کے سفر کی داستان

دیار مرشد سے روانگی: ۱۳۴۲ء مطابق ۷۴۲ھ کا زمانہ تھا، دہلی پر تغلق خاندان کی حکومت تھی، مخدوم سید اشرف جہانگیر علیہ الرحمہ کو اپنے پیرو مرشد مخدوم العالم شیخ علاء الحق پنڈوی کی تربیت میں ساڑھے چھ سال گزر چکے تھے۔ ایک دن مخدوم العالم علیہ الرحمہ نے مخدوم سید اشرف سے کہا: فرزند اشرف! اب ایسا وقت آچکا ہے کہ "تم مسند ارشاد پر جلوہ فگن ہوکر اپنا فیض جاری کرو، لوگ تم سے استفادہ کریں، بندگان خدا کو تمھاری ہدایت سے نور ایمان نصیب ہو اور گم گشت گانِ بادیۂ ضلالت کو تمھاری شمع ہدایت سے رہنمائی حاصل ہو" اس کام کے لیے تم کو مجھ سے دور جانا ہوگا۔ یہ فرمان عالی شان سن کر مخدوم سید اشرف پر غم کے پہاڑ ٹوٹ پڑے، جسم میں رعشہ طاری ہو گیا، کپکپاتے لبوں سے عرض گزار ہوئے: میں نے عیش وآرام کی زندگی کو تج دیا، سمنان وایران کی سلطنت کو ترک کیا، محنت ومشقتِ سفر جھیلا، عزیز واقارب، دوست واحباب اور خدم وحشم سے بے تعلق ہوا، یہ سب اس لیے کیا کہ آپ کی چوکھٹ پر حیات مستعار کا لمحہ لمحہ قربان کردوں، اس در کی مروحہ جنبانی سے راحت وسکون پاؤں، اب اس در اقدس کے فیوض وبرکات سے مجھے دور نہ کیجیے۔ مخدوم العالم نے فرمایا: فرزند اشرف! یہ فیصلہ تنہا میرا نہیں ہے بلکہ اس میں مرضیِ الٰہی شامل ہے۔ اس غیر متوقع جواب سے سید اشرف کا سر، نگوں ہوا، زبان حال وقال گویا ہوئی: مرضیِ مولیٰ از ہمہ اولیٰ۔

رمضان گزرا، عید آئی، عبادتوں اور خوشیوں کا موسم گزار، مخدوم العالم نے رختِ سفر باندھنے کا حکم ارشاد فرمایا، علم ونقارہ، خدم وحشم ساتھ کر دیے گئے، مخدوم العالم نے مرید خاص کو لباس فاخرہ زیب تن کرایا، شہر میں کہرام مچ گیا، اشرف بنگال سے رخصت ہوا جاتا ہے۔ سارا شہر آستانۂ عالیہ علائیہ میں امنڈ آیا، امیر وغریب، ادنی واعلی، مرد وزن، بچے بوڑھے سبھی آئے۔ سبھوں کی زبان پر کلمات مفارقت جاری ہیں، اشرف کی آنکھوں سے سیل اشک رواں ہیں، فرزند اشرف کے قافلہ کو الوداع کہنے کے لیے خود مخدوم العالم ایک کوس تک نکل آئے ہیں، آخری لمحات ہیں، دردِ جدائی نے دونوں طرف کچوکے لگانے شروع کر دیے ہیں، بالآخر آنکھیں دوچار ہوئیں اور زبان کی جگہ آنسوں نے کلام کیا، بمشکل زبان سے خدا حافظ کے الفاظ ادا ہوئے، مخدوم العالم اپنی خانقاہ کی طرف افسردہ خاطر واپس ہوئے اور مخدوم سید اشرف غم والم میں گم سم ہوکر سر جھکائے پا بہ رکاب ہوئے۔

شاہی لباس، شاہانہ سامانِ سفر، امیرانہ چال ڈھال اور ملوکانہ دبدبہ کے ساتھ سید اشرف کا قافلہ جانبِ منزل رواں دواں ہے، راستے میں ایک مقام آیا، ارول، شاید صوبہ بہار کے کسی خطہ کا نام ہے، یہاں ایک بزرگ شیخ سمن ارولی رہا کرتے تھے، فقیرانہ لباس تھا اور تصوفانہ رنگ وآہنگ، جب سید اشرف کی آمد کی خبر سنی، شوق زیارت نے انگڑائی لی، آنکھیں فرش راہ ہوئیں، سراپا منتظر قدوم ہو گئے، مگر جب قافلۂ مخدوم سید اشرف پر نظر پڑی، دل میں خیال پیدا ہوا، درویشوں کو امیروں کی شان اچھی نہیں لگتی، شان وشوکتِ شاہانہ اور خیمہ وخرگاہِ امیرانہ سے ایسی عظیم ہستیوں کو بے تعلق رہنا چاہیے۔ سید اشرف قریب آئے، نگاہیں دوچار ہوئیں، دل کی بات دل میں اتری، مخدوم سید اشرف کی قلبی نوری شعاؤں نے شیخ ارولی کے تختۂ دل پر کندہ الفاظ پڑھ لیے، گویا ہوئے۔ اے برادر! میخ طویلہ در گِل زدہ ام نہ در دِل۔ برادر گرامی یہ دنیاوی سازوسامان کے لیے اشرف کے دل میں کوئی جگہ نہیں، یہ تو محبوب کے ساتھ سرگوشی کے اسباب ہیں جو پردے کا کام دیتے ہیں۔

محمد آباد گہنہ: کہتے ہیں کہ اسی سفر میں مخدوم سید اشرف کی آمد محمد آباد گہنہ میں ہوئی تھی، محمد آباد ایک قدیم تاریخی شہر ہے، یہاں سے شیر شاہ سوری کا بھی گزر ہوا تھا۔ مخدوم سید اشرف جہاں گیر جس دور میں اس علاقہ میں آئے تھے، اس وقت اس کی کیا حالت رہی ہوگی واضح نہیں ہے، ۱۹ نومبر ۱۹۸۸ء سے یہ قصبہ ضلع مئو میں شمار کیا جاتا ہے۔ یہاں مخدوم سید اشرف کا قافلہ ایک باغ میں اپنا ڈیرا تنبو ڈالا، آپ کی آمد کی خبر آناً فاناً بجلی کی طرح پھیل گئی، عوام وعلما کا جم غفیر جمع ہو گیا، لوگ آتے گئے

اور سلام نیازمندانہ پیش کرکے واپس ہوتے گئے، ایک جماعت علماوفضلاکی آئی، ان کے ساتھ دیر تک معارف وحقائق کا بیان ہوتا رہا، درمیان میں مناقب صحابہ کی بات آگئی، مخدوم سید اشرف نے اپنی تصنیف لطیف "مناقب اصحاب کاملین ومراتب خلفائے راشدین" کا ذکر کیا، علماکو اشتیاقِ مطالعہ ہوا، کتاب ساتھ تھی، دے دی گئی، کتاب دیکھ کر علماکی آنکھیں روشن ہوئیں، زبانیں کلمات تحسین سے تر ہوئیں، لیکن فاضل جلیل قاضی احمد معترض ہوئے، کتاب میں دیگر صحابہ کی بنسبت حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا ذکر زیادہ تھا، اس مسئلہ کو لے کر کئی روز تک بحثیں ہوئیں، ایک عالم دین نے حضرت مخدوم کی حمایت میں ایک تاریخی جملہ ادا کیا جو آج بھی صفحات تاریخ پر روشن وتاباں ہے "الناس أبناء الدنیا ولایلام الرجل علی حب أبویہ ومدحھما" لوگ فرزند دنیا ہیں، کسی آدمی پر اپنے والدین سے محبت رکھنے یا ان کی تعریف کرنے پر ملامت نہیں کی جاتی ہے۔ سید اشرف آل علی ہیں، انھیں اپنے والدین کی زیادہ تعریف کرنے کا حق ہے۔ اسی جملہ پر بحث تمام ہوئی اور یہ مختصر قافلہ اپنی اگلی منزل کی طرف گامزن ہو گیا۔

ظفر آباد: مخدوم سید اشرف کا مختصر قافلہ سوئے منزل قدم بقدم بڑھتا جارہا ہے، اصحاب طریقت، ہمراہیان سفر مخدوم سید اشرف کے جلو میں محو خرام ہیں، اگلا پڑاؤ کہاں ہوگا کسی کو معلوم نہیں، یہ قافلہ جھومتا جھامتا ظفر آباد تک پہنچ گیا، ظفر آباد ایک قدیم شہر ہے، جون پور سے اس کا فاصلہ تقریباً دس کیلومیٹر ہے، قدیم دور میں یہ خطہ روحانیت کا قلعہ تھا، شیخ صدر الدین حاجی چراغ ہند اور شیخ شمس الدین عرف بڈھن ظفر آبادی کے فیوض وبرکات سے مالامال تھا، اب یہ اتر پردیش کے وارانسی ریلوے ڈویژن کے ماتحت ہے اور جونپور ضلع کا ایک گاؤں شمار ہوتا ہے۔

مخدوم سید اشرف سفر میں ہوتے، مسجد میں قیام کرتے، یہاں بھی آپ نے مسجد ظفر خان میں اسباب سفر اتروایا، سواری کے جانور صحن مسجد میں باندھے گئے، یہ حالت دیکھ کر شہر میں ہنگامہ برپا ہو گیا، کانا پھوسی اور سرگوشیاں بڑھ گئیں، برق رفتاری سے عوام وجہلا، طلباوعلمااور مشایخ واصحاب طریقت تک بات پہنچ گئی، عجیب درویش ہیں، عالم دین ہیں، شکل وشباہت سے دین دار پرہیز گار لگتے ہیں مگر صحن مسجد میں جانور باندھ رکھا ہے، کچھ علماوطلبا بغرض اعتراض آئے، ان کے آتے ہی جانوروں نے اشارے دیے، آپ نے فرمایا: اس جانور کو باہر لے جاؤ یہ پیشاب کرے، اس کو لے جاؤ یہ لید کرے گا، پھر خود ہی فرمانے لگے: جانوروں کا مسجد میں باندھنا نجاست وغلاظت کی وجہ سے ممنوع ہے، وہ علت اب باقی نہ رہی مگر مقتضائے ادب یہی ہے کہ جانوروں کو مسجد میں نہ باندھے، ہم مسافر ہیں حفاظت کا ہمارے پاس انتظام نہیں ہے، مجبوراً صحن مسجد میں باندھ رکھا ہے۔ یہ حکیمانہ کلام سن کر معترضین خود اٹھ کر چلے گئے۔

ظفر آباد میں مخدوم سید اشرف سے کئی کرامتیں صادر ہوئیں، کثیر تعداد میں عوام وعلمانے شرف بیعت حاصل کیا، چوروں اور رہزنوں کا ایک گروہ تائب ہوا۔ اس درمیان ایک خاص واقعہ یہ رونما ہوا کہ ظفر آباد سے قریب ہی سرور پور نامی ایک گاؤں تھا، یہاں ایک نوجوان عالم دین کبیر نام رہتے تھے، ان کو مرشد کی تلاش تھی، انھوں نے خواب دیکھا کہ ایک بزرگ نورانی صورت، میانہ قد، سرخ بالوں والے آئے ہیں اور نان وشربت سے ان کی ضیافت کی ہے۔ اس دور میں شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی کے خلیفہ، شیخ ابوالفتح رکن الدین کے ماموں زاد، شیخ صدر الدین عرف حاجی چراغ ہند کا بڑا غلغلہ تھا، وہ فضائل صوری ومعنوی کے جامع تھے، حافظ وقاریِ قرآن کریم تھے، سات بار مناسک حج پاپیادہ ادا کر چکے تھے، دور و دراز علاقوں تک ان کی شہرت تھی، مولانا کبیر نے سمجھا خواب والے بزرگ وہی ہیں، بیعت ہونے کے لیے آ گئے، مگر جب شکل دیکھی، دل نے گواہی نہیں دی، بیعت ملتوی رکھ دی اور شہر ہی میں قیام پذیر ہو گئے، اسی زمانے میں مخدوم سید اشرف جہانگیر کی ولایت کی دھوم مچی، بغرض ملاقات حاضر خدمت ہوئے، دیکھا تو ہو بہو وہی صورت تھی، دیکھتے ہی قدموں سے لپٹ گئے، ارادت کا ہاتھ بڑھایا، غلامی میں داخل ہو گئے، حضرت نے نان وشربت سے ضیافت کی، خواب کی تعبیر مکمل ہوئی، شیخ چراغ ہند کو مولانا کبیر کی بیعت کی خبر ناگوار گزری، عتاب مخدوم سید اشرف میں گرفتار ہو گئے، مولانا کبیر کے لیے دعائے بد کردی، مولانا کبیر نے بھی بحکم شیخ پلٹ وار کیا، دونوں کی دعائیں قبول ہوئیں، مولانا کبیر کے بال ابھی عمر کی پچیس بہاریں بھی نہ دیکھے تھے کہ خزاں رسیدہ ہو گئے اور مولانا کبیر سے پانچ سال پہلے شیخ چراغ ہند کا چراغ حیات بجھ گیا۔ مخدوم سید اشرف کے ساتھ شیخ چراغ ہند کی داستاں بہت پر لطف ہے جو معذرت خواہی پر ختم ہوتی ہے، تفصیل کی گنجائش یہاں نہیں ہے۔

جون پور: مخدوم العالم شیخ علاء الحق پنڈوی علیہ الرحمہ نے مخدوم سید اشرف جہاں گیر علیہ الرحمہ کو تبلیغ وارشاد کے لیے جون پور کا علاقہ سپرد کیا تھا۔ جون پور ہندوستان کا تاریخی شہر ہے، اسے فیروز شاہ تغلق نے بسایا تھا، سلطنت تغلق کے بعد شاہان شرقی کا دار الخلافہ رہا، یہ شہر علم وادب کا مرکز اور علماومشایخ کا منظور نظر رہا ہے، اسلامی تاریخ میں اسے شیراز ہند کہا جاتا ہے۔ مخدوم سید اشرف پہلی بار اس شہر میں غالباً ۱۳۴۲ء

مطابق ۷۴۲ھ کے آواخر میں تشریف لائے۔ زیادہ دنوں تک قیام نہیں فرمایا، حالات وکوائف کا جائزہ لیا، مولانا کبیر ظفرآبادی کو نائب بنایااور خود مقامات مقدسہ کی زیارت کے لیے بلاد شرقیہ وممالک اسلامیہ کی طرف راہی ہوئے، جزیرۃ العرب، مصر، شام، عرق اور ترکستان کے مختلف علاقوں اور شہروں کی سیر فرمائی، وہاں کے مشہور علماو مشائخ اوراولیائے کرام سے ملاقاتیں کیں اوران کے فیوض وبرکات سے مستفید ہوئے۔ماہرین نے اس سفر کا اندازہ پندرہ سال لگایاہے، اختصار کے ساتھ بعض اہم مقامات کا ذکر ذیل میں درج ہے۔

بصرہ: مخدوم سید اشرف جہاں گیر بحری راستے سے بصرہ پہنچے، جون پور سے بصرہ کی سیاحت کے حالات نہیں ملتے، یقیناً یہ سفر بھی روحانیت سے بھرپور رہاہوگا، حضرت خواجہ حسن بصری اور حضرت رابعہ بصریہ سے کون واقف نہیں، ان دونوں ہستیوں کا تعلق بھی بصرہ سے تھا، بصرہ، بغداد سے ۵۴۵ کیلو میٹر دور عراق کا ایک اہم شہر ہے، سرسبز وشاداب، انتہائی زرخیر اور تیل کے وسیع ذخائر سے بھرپور اس شہر کی بنیاد ۶۳۷ء میں رکھ گئی جب خلیفہ دوم امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دور حکومت تھا اور مسلم فوج نے یہاں قیام کیا تھا، حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ ۶۳۹ء تا ۶۴۲ء اس شہر کے گورنر رہے۔ مخدوم سید اشرف نے تقریباً ۷۴۵ھ میں اس شہر میں قدم رکھا، حضرت خواجہ حسن بصری علیہ الرحمہ اور دیگر اکابر صحابہ وصوفیائے کرام کی زیارت گاہوں سے فیوض اندوز ہوئے۔

کربلا، نجف اور کاظمین: مخدوم سید اشرف بصرہ سے کربلائے معلی پہنچے، شہید اعظم حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر شہدا کے مزارات پر تشریف لے گئے۔ کربلا کی زیارتوں سے فارغ ہوکر نجف اشرف تشریف لے گئے۔ نجف بغداد سے صرف ۱۶۰ کیلو میٹر دور ہے، یہاں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا روضہ ہے۔ نجف اپنی مذہبی اہمیت کی وجہ سے بہت مشہور ہے، یہاں کا قدیم مدرسہ "حوزۂ علمیۂ نجف" پوری دنیا میں مشہور ہے۔ مخدوم سید اشرف نجف سے کاظمین شریفین تشریف لے گئے، کاظمین میں حضرت امام موسی کاظم، حضرت امام تقی، حضرت عون، امام ابویوسف وغیرہم علیہم الرحمہ کے مزارات ہیں، اس شہر کی مذہبی اہمیت اہل سنت واہل تشیع دونوں کے درمیان مشترک ہے۔

بغداد: عراق پہنچنے والے ہر سنی کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ غوث الاعظم، محبوب سبحانی، محی الدین شیخ سید عبد القادر جیلانی علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں حاضری دے، مخدوم سید اشرف جہانگیر نے بھی کاظمین شریفین کے بعد بغداد کا رخ کیا، بغداد عراق کا دارالحکومت ہے، ماضی میں مسلم دنیا کا مرکزی شہر تھا مگر ۱۲۵۸ء میں منگولوں کے ہاتھوں تاراج ہوا، لاکھوں مسلمان ہلاک ہوئے، سارا علمی ذخیرہ نذرآتش ودریابرد کردیا گیا-اِنااللہ واِنااِلیہ راجعون-

مخدوم سید اشرف نے غوث اعظم علیہ الرحمہ کے مزار پر حاضری دی، مشاہیر اولیاے کرام کے آستانوں سے مستفیض ہوئے۔ قیام بغداد کے دوران ایک بار علماو مشائخ نے آپ سے وعظ فرمانے کی خواہش ظاہر کی، سورۂ یوسف کی تفسیر بیان فرمائی، پانچ ہزار سے زاید مجمع نے آپ کے خطاب نایاب کو سماعت کیا جن میں اکثریت علماو مشائخ کی تھی، جب آیت کریمہ "لَوْلَا اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ" پر پہنچے، اسرار ورموز کے دریا بہادیے، جسے سن کر مجمع پر بیخودی طاری ہوگئی، عشق ومستی میں بعض غش کھاکر گرے اور بعض اپنا ہوش گنوابیٹھے، خلیفۂ بغداد نے وعظ سے متاثر ہوکر ایک گھوڑا اور ہزار اشرفیاں نذر کیں ۔ بغداد کے اس سفر میں شہزادگان محبوب سبحانی شیخ عبد القادر جیلانی اور کثیر علماو مشائخ سے علمی وروحانی ملاقاتیں رہیں جن میں شیخ ابوسعید ابوالخیر کا ذکر خصوصیت کے ساتھ ملتا ہے۔

جیلان: بغداد سے محض چالیس کیلو میٹر کے فاصلہ پر جیلان آباد ہے، قدیم زمانے میں یہ گاؤں تھا، وہاں غوث اعظم کی نسل پاک سے ایک بزرگ سید عبد الغفور تھے، سید صاحب کو مخدوم سید اشرف کی خالہ زاد بہن منسوب تھیں، مخدوم صاحب بغداد سے جیلان چلے آئے، کچھ دنوں تک یہاں قیام فرمایا۔

سید عبد الغفور جیلانی کے ایک سعادت مند اور بلند اقبال صاحبزادے تھے، نام تھا سید عبد الرزاق، جب تک مخدوم سید اشرف جیلان میں قیام فرمارہے یہ شہزادے برابر خدمت میں حاضر رہے، شہزادے کی سعادت مندی دیکھ کر مخدوم سید اشرف بھی بہت خوش ہوئے، شہزادے کی عمر اس وقت محض بارہ سال کی تھی۔ حضرت مخدوم نے جب ارادۂ سفر ظاہر کیا یہ شہزادہ بھی اپنے والدین سے ہمرکابی کا طلب گار ہوا، باپ کی شفقت اور ماں کی ممتا اجازت دینے سے مانع ہوئی مگر شہزادے نے عزم مصمم کرلیا، والدین کو یقین ہو گیا کہ اگر بخوشی اجازت نہ دی گئی تو بغیر اطلاع چلے جائیں گے، والدین نے کمسن شہزادے کو یہ کہتے ہوئے حضرت مخدوم کی خدمت میں نذر کردیا کہ ہم اپنے حقوق پدری ومادری معاف کرتے ہیں، یہ بچہ ہم دونوں کا نذرانہ ہے، حضرت مخدوم نے شہزادے کو اسی وقت نور العین کا خطاب دیا اور اپنی فرزندی میں قبول فرمایا۔

سید عبد الرزاق نور العین ۷۴۶ھ یا ۷۴۷ھ میں مخدوم سید اشرف کے معنوی فرزندی میں آئے، ۶۸ برس حضرت مخدوم کے سفر و حضر میں ہمراہ رہے، لطائف اشرفی میں جابجا آپ کے استفسارات واقوال ملتے ہیں جن سے حضرت مخدوم کے ساتھ آپ کی معیت ثابت ہوتی ہے، چالیس سال کچھوچھہ مقدسہ میں وصال حضرت مخدوم کے بعد رونق آرائے سجادہ رہے، ۱۲۰ سال کی عمر پائی، ۸۵۴ھ یا اس کے بعد وصال فرمایا۔

دمشق: جیلان سے رخصت ہوکر مخدوم سید اشرف دمشق پہنچے، رمضان المبارک کا چاند یہیں نظر آیا، جامع دمشق میں پورا مہینہ قیام فرمایا، قرأت سبعہ کے قاری وحافظ تھے، لوگوں نے نمازیں آپ کی اقتدا میں ادا کرنے کی خواہش ظاہر کی، روایتوں میں آیا ہے کہ شہر کے ہر حصے کے لوگ آپ کی اقتدا میں نماز ادا کرنے کے لیے آتے تھے، سو سے زاید اہل فضل وکمال ساری نمازیں آپ کی اقتدا میں کرتے تھے۔ ایک دن بعض صوفیا حاضر خدمت ہوئے، معارف وحقائق پر گفت وشنید ہوئی، شطحیات صوفیا کے تعلق سے آپ سے استفسار ہوا، آپ نے فرمایا: ”عزیزو! الفاظِ توحید سے دھوکہ نہ کھاؤ، محض لفظوں کے جاننے سے توحید کا ادراک نہیں ہوسکتا، توحید کو جاننے کے لیے علائق روزگار سے دوری اور ریاضت شاقہ وعبادات حسنہ سے آراستہ ہونا ضروری ہے۔“

مدینۃ الرسول: مخدوم سید اشرف نے غالباً ۷۴۸ھ کی نماز عید دمشق میں ادا فرمائی، ماہ شوال ہی میں وہاں سے مدینہ منورہ کے لیے روانہ ہوئے۔ شہر رسول ﷺ پہنچ کر علیل ہوگئے، بیتابی اس قدر بڑھی کہ ہمراہیانِ سفر مایوس ہوگئے، بیس روز تک تکلیف میں اضافہ ہی ہوتا رہا، ایک شب قسمت کا ستارہ اوج پر تھا، بوقت سحر جمال جہاں آرائے مصطفی ﷺ سے آنکھیں شاد کام ہوئیں، ارشاد ہوا: فرزند اشرف! مایوس نہ ہو، تمھیں خلق خدا کی ہدایت کرنی ہے، بشارت و دیدار رسول کریم ﷺ کے بعد آثار صحت ظاہر ہوئے اور چند ایام میں مکمل صحت یاب ہوگئے۔

مکۃ المکرمہ: حج کے ایام قریب آئے، روضۂ رسول سے رخصت ہوئے، مکہ معظمہ گئے، حج ادا فرمایا۔ یہاں حضرت عبد اللہ یافعی شافعی محدث حرمین علیہ الرحمہ سے ملاقات ہوئی، حضرت عبد اللہ یافعی علیہ الرحمہ تمام عمر حرمین شریفین میں رہے، بڑی مرتاض شخصیت تھی، جامع علوم ظاہری وباطنی اور صاحب تصانیف بزرگ تھے، ان کی تصانیف میں ”روضۃ الریاحین فی حکایۃ الصالحین“ اور ”مرآۃ الجنان“ بہت مشہور ہیں۔ مخدوم سید اشرف لمبی مدت تک ان کی ملازمت میں رہے، ان کی علمی مجالس سے استفادہ کیا، حضرت سید علی ہمدانی بھی ان مجلسوں میں آیا کرتے تھے، یہیں دونوں بزرگوں کی ایک دوسرے سے شناسائی ہوئی، انھوں نے آپ کو مقامات مقدسہ کی سیر کرائی، مدینۃ الاولیا، جبل الفتح و دیگر مقامات میں لے گئے، جبل الفتح میں چلہ کی تکمیل پر درویشان زمانہ ملاقات کے لیے آئے، ان میں شیخ ابو الغیث یمنی بھی تھے، شیخ یمنی نفس پاکیزہ، قلب منور اور اخلاق حسنہ کے مالک تھے، صاحب خوارق وکرامات بزرگ تھے، انھوں نے ایک عجیب وغریب اور نہایت صاف وشفاف پتھر مخدوم سید اشرف کو عطا فرمایا تھا۔

یمن: مخدوم سید اشرف مکۃ المکرمہ سے یمن تشریف لائے، شب برأت کی صبح بیٹھے ہوئے تھے، شیخ ابو الغیث یمنی تشریف لائے، سلسلۂ کلام کے دوران یمن کے حالات بھی زیر سخن آئے، شیخ یمنی نے کہا: اس سال یمن پر مصائب وآلام زیادہ ہیں، ہم دونوں ان مصیبتوں کو اپنے سر لے لیتے ہیں تاکہ مخلوق خدا چین وسکون پائے، دونوں بزرگ رات بھر عبادت میں مصروف رہے، آفات وبلیات کو اپنے نفوس پاکیزہ پر قبول کرلیں، صبح کے وقت دونوں کے چہرے زرد پڑ چکے تھے، نقاہت وکمزوری اس قدر چھا چکی تھی کہ تاب قیام نہ تھا، مسلسل تین روز اس کا اثر باقی رہا۔

قیام یمن کے دوران مخدوم سید اشرف کے زمرۂ مریدین میں شیخ نظام الدین غریب یمنی شامل ہوئے، آپ کے اخلاق کریمانہ اور تبحر علمی سے متاثر ہوکر ہمیشہ کے لیے آپ کی ملازمت اختیار کرلی، پوری زندگی ساتھ رہے، یہ وہی شیخ نظام یمنی ہیں جنھوں نے مخدوم سید اشرف کے ملفوظات کو ”لطائف اشرفی“ کے نام سے جمع کیا ہے۔ انھوں نے اپنے مرید ہونے کا سال ۷۵۰ھ لکھا ہے۔

ہندوستان: مخدوم سید اشرف یمن سے روانہ ہوئے، ترکستان و دیگر مقامات سے ہوتے ہوئے ہندوستان پہنچے، اس طویل واپسی سفر کے حالات پردۂ خفا میں ہیں، پیر مرشد مخدوم العالم شیخ علاء الحق پنڈوی کی پابوسی کے لیے بنگال گئے، سیر دنیا سے جو تجربات حاصل ہوئے تھے، اس کی روشنی میں مزید سنورنے نکھرنے کے لیے تربیت گاہ مخدوم العالم میں پھر داخل ہوئے، تقریباً چار سال تک مزید خود فراموشی کے گُر سیکھتے رہے۔ سفرنامہ کی تفصیلات پڑھنے سے ”سفر وسیلۂ ظفر“ والے مقولے پر یقین ہوتا ہے۔ اس سفر میں مخدوم سید اشرف کو اللہ کریم نے دو عظیم شخصیتیں دیں جو بعد میں آپ کی علمی وروحانی وارث بنیں، ایک سید عبد الرزاق جیلانی دوسرے شیخ نظام غریب یمنی -رحمہما اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ- ☆☆☆

حضور مجاہدِ ملت علیہ الرحمۃ کی سیرت کے چند تابندہ نقوش

مبارک حسین مصباحی

مئی ۱۹۸۲ء میں ماہ نامہ اشرفیہ مبارک پور نے ۲۵۶ صفحات پر مشتمل وقیع نمبر شائع کیا تھا، اسی نمبر کو آل انڈیا تبلیغ سیرت، دھام نگر شریف، صوبہ اڑیسہ نے جنوری ۲۰۱۹ء میں شائع کیا، دوسری اشاعت کے موقع پر درج ذیل تحریر ہم سے بھی لکھوائی، قدرے ترمیم کے ساتھ یہی تحریر ہم ماہ نامہ اشرفیہ میں پیش کر رہے ہیں۔

استاذِ گرامی حضرت صدر الافاضل کا تاثر: مرشدِ طریقت حضرت مولانا شاہ عبدالوحید فریدی بنارسی لکھتے ہیں:

”مجھے حضرت صدر الافاضل مراد آبادی اپنے ساتھ لے گئے تو حضرت کے قدموں میں رہا کرتا تھا، تذکروں کے دوران ایک مرتبہ حضرت مجاہدِ ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا نام نامی آ گیا، میرے حضرت کے چشم ہاے مبارک میں نمی آگئی اور فرمایا: ”مولوی حبیب الرحمن صاحب کا عجیب حال تھا، ان کے والد ماجد رئیس تھے، دو سو روپے ماہ وار آتا تھا، جس طالب علم کے پاس کپڑا نہ ہوتا مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اس کا کپڑا بنوا دیتے، جس کی جاگیر نہ ہوتی اس کے لیے ہوٹل میں کھانا کھانے کا انتظام کرتے، فرماتے: کھاؤ اور پڑھو۔ پندرہ سولہ طالب علموں کے کھانے کا انتظام کر دیا کرتے تھے۔ حضرت اس واقعہ کو فرماتے جاتے اور آنکھوں سے آنسو جاری رہتے۔“ (مجاہدِ ملت نمبر، ص:۱۱۰/۱۱۱)

مجاہدِ ملت علوم و فنون کے جامع: حضرت مجاہد ملت اکثر علوم و فنون پر دستگاہ رکھنے والے عظیم استاذ تھے، آپ علومِ عقلیہ میں بے پناہ شہرت و مقبولیت رکھتے تھے، مگر اصل واقعہ ایسا نہیں، در اصل ان دنوں میں معقولات کی عام طور پر پذیرائی تھی، فاضل و محقق اسی کو سمجھتے تھے جو منطق، فلسفہ، ہیئت اور نجوم پر مہارت رکھتا ہو۔ یہ تمام معقولاتی فنون ذرائع ہیں، اصل علوم تو قرآن، تفسیر، حدیث، فقہ اور علم کلام ہیں۔ حضرت مجاہد ملت علیہ الرحمۃ ان دینی علوم پر گہری بصیرت رکھتے تھے، یہ سچ ہے کہ آپ درس گاہ میں معقولات پر بھر پور توجہ فرماتے تھے۔ آپ کے تلمیذ رشید حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی لکھتے ہیں:

”عام طور پر قطبی کے بعد ملا حسن پڑھائی جاتی ہے، لیکن آپ نے ”شرح مرقاۃ“ جیسی معرّیٰ کتاب داخلِ نصاب فرمائی، اس کتاب میں آپ نے ملا حسن، ملا جلال، قاضی اور حمد اللہ تک کے مباحث کھنگال دیے۔ یہ اس چیز کی دلیل ہے کہ آپ کو معقولات پر کتنا عبور حاصل تھا۔“

حضرت مجاہد ملت بلا شبہہ معقولات میں مشہور تھے مگر حدیث و تفسیر اور فقہ و کلام سب میں آپ اپنی انفرادی شان اور ممتاز پہچان رکھتے تھے۔

کچھ ایام کے بعد مدرسہ سبحانیہ الہ آباد کے ذمہ دار استاذ شیخ محترم حضرت مولانا مفتی عبدالکافی علیہ الرحمۃ کا وصال پر ملال ہو گیا، جن کے وجودِ ناز کے اٹھ جانے سے مدرسہ سبحانیہ کے حالات متاثر ہونے لگے، حضرت مجاہد ملت کے سامنے درس گاہی نظام کے متاثر ہونے کے پس منظر میں آپ کو بحیثیت صدر المدرسین مدعو کیا گیا۔ حضرت مجاہد ملت درد مند دل رکھتے تھے، آپ ۱۹۳۴ء میں مدرسہ سبحانیہ الہ آباد تشریف لے گئے، مگر تنہا نہیں، آپ کے ساتھ ان طلبہ میں سے بھی چند آ گئے جنھیں آپ علمی اور معاشی طور پر سرفراز فرماتے تھے۔ الہ آباد میں آپ کی تشریف آوری کے بعد مدرسہ سبحانیہ نے کافی شہرت و مقبولیت حاصل کی۔ آپ نے عرصۂ دراز تک باضابطہ ایک ذمہ دار شیخ کی حیثیت سے تدریس و تربیت کا اہتمام فرمایا، آپ نے ایک طویل مدت کے بعد تدریسی سلسلہ کو ترک فرما دیا، مگر جزوی طور پر طلبہ اور علما آپ سے استفادہ فرماتے رہے۔

خطیبِ مشرق حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی تحریر فرماتے ہیں:

”مدرسہ سبحانیہ الہ آباد میں شیخ الحدیث کی جگہ پر فائز رہے، اس وقت سیکڑوں طلبہ آپ کے دامنِ عافیت سے وابستہ رہے، مدتوں مدرسہ سبحانیہ میں مدرسِ اول کی خدمات انجام دیں مگر کبھی بھی مدرسہ سے ایک پیسہ نہیں لیا،

بلکہ وقتاً فوقتاً خود ہی مدرسہ کی مالی امداد فرمائی اور تقریباً چوبیس طلبہ کو اپنی طرف سے کھانا دیتے تھے، نخاس کہنہ الہ آباد کا محسن ہوٹل ان ہی طلبہ کے سہارے چلتا تھا، بعض ایسے بھی طلبہ تھے جن کی مستولاً کفالت فرمانے کے باوجود ان کے والدین کو ماہانہ خرچ بھی بھیجتے تھے۔"

آپ کے تلامذہ کی تعداد تو طویل ہے، ہم چند اسماے گرامی پیش کرتے ہیں۔

حضرت علامہ مفتی نظام الدین بلیاوی علیہ الرحمہ، شیخ طریقت حضرت علامہ مفتی عبد الرب حبیبی علیہ الرحمہ، مفتی اعظم اڑیسہ حضرت مفتی عبد القدوس قادری علیہ الرحمہ، خطیب مشرق حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی، حضرت مولانا الحاج نعیم اللہ علیہ الرحمہ، حضرت مولانا معین الدین علیہ الرحمہ، حضرت مولانا سید عبد الحی اجمیری ثم جے پوری علیہ الرحمہ، حضرت مولانا صوفی مسعود حسین مراد آبادی علیہ الرحمہ، حضرت مولانا مجیب الرحمن بھاگل پوری علیہ الرحمہ، حضرت مولانا غلام مصطفی بھاگل پوری علیہ الرحمہ، حضرت مولانا قاری مقبول حسین الہ آبادی علیہ الرحمہ وغیرہ۔

اہم درس گاہوں میں بحیثیت ممتحنِ اعلیٰ: حضرت مجاہد ملت قدس سرہ العزیز منقولات و معقولات میں بہت بلند مقام رکھتے تھے، اکابر علماے اہل سنت آپ پر مکمل اعتماد رکھتے تھے۔ بڑی بڑی درس گاہوں میں اعلیٰ اور اہم کتابوں کا امتحان لینے کے لیے آپ کو مدعو کیا جاتا تھا۔ آپ نے درجنوں ذمہ دار درس گاہوں میں امتحانات کی ذمہ داریوں کو بحسن و خوبی نبھایا، حضور حافظ ملت اور حضور مجاہد ملت کے درمیان بڑے مخلصانہ روابط تھے، حضور حافظ ملت نے آپ کو متعدد بار دار العلوم اشرفیہ مبارک پور کے منتہی طالبانِ علومِ نبویہ کا امتحان لینے کے لیے مدعو فرمایا اور آپ بآں فضل و کمال جلوہ گر بھی ہوئے۔ ایک بار آپ کو سالانہ اجلاس میں مدعو کیا گیا، اسی کے ساتھ امتحان بھی لینا تھا، آپ نے طلبہ کی ایک اعلیٰ جماعت کا امتحان لینا شروع فرمایا۔ سوال کا آغاز آپ نے لفظ "المقدمہ" سے کیا۔ آپ نے سوال فرمایا: بتاؤ اس کے حرف دال پر فتحہ ہے یا کسرہ؟ سوال و جواب اور تنقیح طلب امور پر گھنٹوں سلسلہ چلتا رہا، ماضی میں دار العلوم اشرفیہ مبارک پور کی یہ خصوصیت تھی کہ امتحان کے وقت اراکین میں بھی چند حضرات تشریف رکھتے، توضیح و تشریح کا یہ سلسلہ دراز ہوتا رہا، یہاں تک کہ دن کا آدھا حصہ گزر گیا، حضرت مجاہد ملت دار العلوم کے طلبہ کی استعداد اور صلاحیت سے بہت خوش ہوئے۔

آل انڈیا تبلیغ سیرت اور مجاہد ملت کا مجاہدانہ کردار: آل انڈیا تبلیغ سیرت کے ایک اجلاس کی صدارت فرماتے ہوئے شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی عبد القدیر بدایونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: "ہمارا اور مولانا حبیب الرحمن کا یہ فرق ہے کہ ہم لوگ سب سے ڈرتے ہیں خدا سے نہیں ڈرتے اور مولانا حبیب الرحمٰن کسی سے نہیں ڈرتے خدا سے ڈرتے ہیں۔" حضرت کے یہ جملے بلا شبہہ حضرت مجاہد ملت کی ولایت کا واضح ثبوت ہے۔ مگر ہم یہاں عرض کریں گے کہ "ولی را ولی می شناسد" بلاشبہہ یہ دونوں بزرگ ولیِ کامل تھے۔

حضرت مفتی عبد القدیر بدایونی نے تبلیغ سیرت پٹنہ کانفرنس میں فرمایا تھا:

> "کہ اب میں سیاست سے دور ہو گیا، لیکن اگر ضرورت پڑی تو چور دروازے سے نہیں صدر دروازے سے آؤں گا اور مولانا حبیب الرحمن کو یقین دلاتا ہوں اگر جیل کی نوبت آئی تو ان کے پیچھے سب سے پہلے عبد القدیر نظر آئے گا۔"

آل انڈیا تبلیغ سیرت کا سالانہ اجلاس ۹/۱۰/۱۱/ اپریل ۱۹۵۴ء کو انجمن اسلامیہ ہال، پٹنہ، بہار میں منعقد ہوا۔ اس اجلاس کے اخراجات کے لیے حضرت مجاہد ملت اپنی اہلیہ کے زیورات لے کر آئے تھے، منتظمین نے لینے سے سخت انکار کیا، مگر آپ مسلسل دینے کے لیے کوشش فرماتے رہے، جب انھوں نے قبول نہیں کیا تو آپ نے فرمایا: **"اب تو یہ باہر آ گئے ہیں، اب واپس اندر نہیں جائیں گے۔"** یہ آپ کی تقویٰ شعاری ہے۔ مشہور تو یہ ہے کہ فلاں عالم نے تن من دھن کی قربانی پیش کی، مگر سچی بات تو یہ ہے کہ لوگ تن من تو لگا دیتے ہیں مگر دھن دینے کا حوصلہ بہت کم ہوتا ہے۔ ہم عقیدتوں کے ہزاروں سلام پیش کرتے ہیں کہ حضرت مجاہد ملت قدس سرہ العزیز نے دھن اور وہ بھی اہلیہ کا زیور، بھی قربان کر دیا۔ ہر انسان جانتا ہے کہ ایک خاتون کو اپنے زیور سے حد درجہ پیار ہوتا ہے مگر یہ کوئی عام خاتون نہیں تھیں، انھوں نے عرصۂ دراز تک اپنے تاجدار سرکار مجاہد ملت کی صحبت اختیار فرمائی تھی اور مثل مشہور ہے۔

صحبت صالح ترا صالح کند — صحبت طالح ترا طالح کند

ادارہ شرعیہ پٹنہ بہار کے قیام کے بعد انجمن اسلامیہ ہال پٹنہ میں ادارہ کے زیر اہتمام سہ روزہ کانفرنس منعقد ہوئی، اس میں ملک کے کثیر علما و مشائخ کے خطابات ہوئے، حضرت مولانا مفتی فضل کریم قاضی ادارہ شرعیہ بہار پٹنہ لکھتے ہیں:

> "آخر میں حضرت مجاہد ملت علیہ الرحمہ اسٹیج پر رونق افروز ہوئے، مجمع ہمہ تن گوش تھا، آپ نے اپنے مجاہدانہ انداز میں تقریر شروع کی اور مسلمانوں پر کیے گئے مظالم کا تفصیلی طور پر ذکر فرماتے ہوئے حکومت پر سخت تنقیدیں کیں اور اسے ظالم و جابر حکومت قرار دیتے ہوئے انسدادِ

فساد کے لیے پر زور الفاظ میں تنبیہ کی کہ اگر یہ فتنہ و فساد کا سلسلہ بند نہ ہوا تو حکومت کو یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ چکی کا پاٹ اگر نیچے سے اوپر آ گیا تو پھر کیا ہوگا۔" (مجاہدِ ملت نمبر، ص:۹۵)

آپ اپنے مضمون میں مزید تحریر فرماتے ہیں:

"اس شیر دل مرد مجاہد نے جو ولولہ انگیز خطاب فرمایا میں ورطۂ حیرت میں ڈوبا ہوا تھا اور آپ کے مجاہدانہ لب و لہجے سے یہ خطرہ محسوس کر رہا تھا کہ کہیں آپ کو گرفتار نہ کر لیا جائے، آپ بار بار اس جملے کو دُہرا رہے تھے، میں حبیب الرحمن بول رہا ہوں، جو کچھ بول رہا ہوں اس کا ذمہ دار میں خود ہوں، یہ مجمع اس کا ذمہ دار نہیں ہے، جب کہ سی آئی ڈی والے آپ کی تقریر کو نوٹ کر رہے تھے۔"

آئینِ جواں مرداں، حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

تقویٰ شعاری اور کرامات و تصرفات: حضرت مجاہدِ ملت نور اللہ مرقدہ ابتدائی ایام ہی سے شریعت کے سخت پابند تھے، فرائض و واجبات کی پابندی تو لازمی طور پر فرماتے ہی تھے، سنن و نوافل کا بھی بھرپور اہتمام فرماتے تھے۔ خدمتِ خلق، دین و سنیت کی مکمل پاسبانی، لاچاروں اور مجبوروں کی غم گساری، نادار طلبہ کی مدد، ان کی تابندہ حیات کے انفرادی نقوش تھے۔

آپ کو بیعت و خلافت کا شرف شیخ المشائخ اعلیٰ حضرت سید شاہ علی حسین اشرفی جیلانی قدس سرہ العزیز سے حاصل تھا، شیخ طریقت خاندان مصطفیٰ ﷺ کے چشم و چراغ تھے، آپ اپنے عہد میں سلسلۂ چشتیہ اشرفیہ کی نابغۂ روزگار شخصیت تھے۔ آپ کے دستِ مبارک پر تارک سلطنت مخدوم العالم حضرت سید مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ العزیز کے فیوض و برکات جاری تھے۔ حضرت مجاہدِ ملت نے اپنے مرشد گرامی سے خوب فیوض حاصل فرمائے۔ اسی طرح دوسری اہم خلافت و اجازت شہزادۂ اعلیٰ حضرت حجۃ الاسلام حضرت علامہ حامد رضا قادری برکاتی رضوی قدس سرہ العزیز سے حاصل تھی، ان کے توسط سے مشائخ مارہرہ مطہرہ کے روحانی فیوض حاصل ہوئے۔

آپ نے کبھی گرم پانی سے وضو نہیں فرمایا۔ راوی نے آقا ﷺ سے یہ ارشاد نقل فرمایا ہے: نهى النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم عن الوضوء مما مست النار۔ یعنی آقا ﷺ نے گرم پانی سے وضو کرنے سے روکا۔

صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم میں یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے مگر حضرت مجاہدِ ملت گرم پانی سے وضو کرنے میں احتیاط فرماتے تھے۔

حضرت علامہ محمد نظام الدین حبیبی بلیاوی علیہ الرحمہ [م:۲۶/ اپریل ۱۹۹۶ء] تحریر فرماتے ہیں:

"ایک مرتبہ حضرت مجاہدِ ملت نے حکم فرمایا کہ: تم میرے ساتھ بندکی چلو، وہاں جلسہ ہے، تھوڑی دیر تقریر کر دینا، میں ہمیشہ نزلہ کا مریض رہا، ان دنوں نزلہ شباب پر تھا، میں نے اپنا حال ظاہر کیا، حکم فرمایا کہ نہیں تم کو چلنا ہے۔ میں خاموش ہو گیا اور حضرت کے ساتھ کفش برداری میں چل پڑا۔ جب وہاں پہنچے تو جس کے یہاں جلسے کی تقریب تھی وہ ہومیوپیتھک کے ڈاکٹر تھے، رات کو کھانا کھانے کے بعد مجھ کو مسلسل کھانسی آنے لگی اور آواز بیٹھ گئی۔ اب حضرت کا چہرہ متغیر ہونے لگا، میزبان کو بلایا اور فرمایا کہ: میں ان کو تقریر کے لیے لایا تھا، ان کا یہ حال ہو گیا۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ آپ کیوں پریشان ہیں؟ یہ ابھی تقریر کریں گے، نہیں معلوم انھوں نے کیا دوا دی، مگر حضرت کی توجہ نے کچھ ایسا کام کیا کہ میری آواز کھل گئی، دوا کا بہانہ ہی رہا اور میں تقریر کے قابل ہو گیا۔ فرمایا: چلو تقریر کرو، اس وقت جو تقریر ذہن میں آئی محض ان کی عطا اور توجہ تھی۔"

کہنے کو یہ معمولی بات نظر آتی ہے، مگر جو علما تقریر فرماتے ہیں ان سے معلوم کرو کہ آواز کی کتنی اہمیت ہوتی ہے اس وقت ان کی حالت ماہیِ بے آب کی طرح ہوتی ہے۔ اب ایسے مواقع پر کسی کی نگاہِ فیض ہو جائے تو یہ کرم بالائے کرم ہوتا ہے۔

ہمیں یاد پڑتا ہے کہ حسان الہند حضرت بیکل اتساہی نے اپنی قیام گاہ بلرام پور میں فرمایا: کہ ایک بار ہماری آواز بے کار ہو گئی، ہم نے لاکھ دوا کی مگر صحت یاب نہیں ہوئے، حسنِ اتفاق ہم جامعہ اشرفیہ کے سالانہ اجلاس میں موجود تھے، ہم نے اپنے بزرگ حضرت مجاہدِ ملت کی بارگاہ میں عرض کیا، آپ نے ہمیں کوئی چیز عنایت فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ چلو پڑھو، ہم نے پڑھنا شروع کیا، چند منٹوں کے بعد ہلکی سے کھانسی آئی اور ایک کالی سی چیز حلق سے باہر آئی، ہم نے اسے پانی سے کلی کر کے صاف کر لیا اور اس کے بعد جو پڑھنا شروع کیا، آواز پوری طرح صاف ہو گئی اور مبارک پور کا مجمع حسب سابق جھوم اٹھا۔ یہ سب حضور مجاہدِ ملت کی کرامتیں ہیں اور ان جیسی اور بھی بہت سی کرامتوں کا آپ کی ذات سے صدور ہوا۔

عام طور پر پیروں میں دیکھا جاتا ہے کہ ان کے مریدین اپنے وطن کے کم ہوتے ہیں۔ حضرت مجاہدِ ملت کے مریدین دھام نگر اڑیسہ میں سب

سے زیادہ ہیں۔ اس کے بعد آپ نے الہ آباد سکونت اختیار فرمائی تو اس پورے علاقے میں بھی آپ کے مریدین اور محبین کی تعداد بہت کثیر ہے۔

شدید مرض کے بعد ابھی آپ بہت کمزور تھے، عمر شریف صرف ۹؍ برس کی تھی، رمضان المبارک کا مہینہ شروع ہو گیا، مگر آپ نے روزہ رکھنے کا آغاز فرمادیا۔ آپ کے ماموں جان ملا ابرار الحق علیہ الرحمہ فرماتے: آپ ابھی بہت کمزور ہیں، عمر بھی کم ہے، آپ روزہ رکھنا بند کر دیں۔ حضور مجاہدِ ملت خود فرماتے ہیں: ”مجھے کئی دنوں کے بعد ہوش آیا تھا، نقاہت کا پورا پورا احساس تھا، مگر ماہِ صیام آیا تو روزے بھی رکھنے لگا۔“

ایک بلند پایہ روحانی شخصیت کی پہلی منزل فتوے پر عمل کرنا ہے، جب کہ آخری منزل تقویٰ شعاری ہے۔ حضرت مجاہدِ ملت بھی ان تقویٰ شعاروں میں تھے جن کی ایک ایک ادا پر زمانہ ”دامنِ دل می کشد کہ ناز اینجاست“ کا نظارہ دیکھتا ہے۔

بحر العلوم حضرت علامہ مفتی عبد المنان اعظمی علیہ الرحمہ حضرت مجاہدِ ملت علیہ الرحمہ کی حیات میں کٹک، اڑیسہ تشریف لے گئے تھے، بحر العلوم اپنا مشاہدہ نقل فرماتے ہیں:

”افطار کے وقت فرش کے اخیر کنارے پر ایک گوشہ میں ایک بڑی چٹائی دسترخوان کی طرح حضرت کے سامنے بچھادی جاتی، خود حضرت کے مکان سے وافر مقدار میں کھانا اور افطاری آتی، روزانہ دسترخوان پر آس پاس کے پچیسوں آدمی جن میں چالیس پچاس میل دور تک کے آدمی ہوتے، اپنی اپنی افطاری ساتھ لے کر آتے۔ حضرت ہی کے دسترخوان پر وہ سب بھی رکھا جاتا، سب ساتھ کھاتے اور کچھ تبرکاً دسترخوان سے واپس اپنے گھروں کو لے جاتے۔ میرے لیے یہ بات بے حد حیرت ناک تھی کہ حضرت کے سامنے صرف افطار کی برکت حاصل کرنے کے لیے لوگ اتنی دور سے اس کثرت سے آتے ہیں۔ میں نے ہم عصر بزرگوں کا دربار بھی دیکھا ہے، خود اپنے وطن میں حضور مجاہدِ ملت رحمۃ اللہ علیہ کو جو قبولِ عام اور رجوعِ خلق ملا تھا الا ماشاء اللہ کسی میں نہ پایا۔“ (ماہ نامہ اشرفیہ، مجاہد ملت نمبر، ص: ۷۷/۷۸)

حضرت مجاہدِ ملت ابتدا میں نذرانے قبول نہیں فرماتے تھے، بعد میں قبول فرمانے لگے تھے، مگر اخراجات سے زیادہ ہوتا تو اسی وقت واپس فرماتے ہوئے دیکھا گیا ہے۔ تدریس کی تنخواہ آپ نے قبول نہیں فرمائی بلکہ باضابطہ مدارس اور مساجد کا تعاون فرماتے تھے، آپ دو درجن سے زیادہ غریب اور محنتی طلبہ کو اپنی جانب سے کھانا کھلواتے، حاجت مند طلبہ کی حسبِ ضرورت نقدی وغیرہ سے مدد بھی فرماتے تھے۔

آپ نے ملک کے مختلف گوشوں میں بد مذہبوں سے مناظرے فرمائے، کثیر مواقع پر مناظروں کی صدارت فرمائی، ملک و ملت کے مسائل حل کرنے کے لیے آپ نے آل انڈیا تبلیغ سیرت کی بناڈالی، اس کے طے شدہ منصوبوں کے مطابق اہلِ سنت و جماعت کے دردناک مسائل حل فرمائے، آپ نے درجنوں کانفرنسیں منعقد کیں، کتنے ہی مواقع پر آپ نے صوبائی اور مرکزی حکومتوں کو آئینہ دکھایا، حج و زیارت کے بعض مواقع پر نجدی حکومت کو للکارا، قید و بند کی صعوبتیں برداشت فرمائیں، بلا شبہہ آپ مردِ میداں اور مجاہدِ دوراں تھے، آپ نے طوفانوں کی زد پر چراغ جلائے، احقاقِ حق اور ابطالِ باطل میں کبھی حالات سے سمجھوتا نہیں فرمایا۔ آپ نے تحریکِ خاکسارانِ حق قائم فرما کر ملک اور دین کی حفاظت کے لیے اسلامی پولس کے دستے تیار فرمائے۔ سنن ابنِ ماجہ میں رسول اللہ ﷺ کا فرمانِ عالی شان ہے:

كَلِمَةُ حَقٍّ عِنْدَ ذِيْ سُلْطَانٍ جَابِرٍ.

”کسی ظالم و جابر بادشاہ کے روبرو حق گوئی۔“

یہ مجاہدانہ کارنامہ آپ نے زندگی میں بار بار انجام دیا ہے۔

شاعرِ مشرق ڈاکٹر اقبال نے کیا خوب فرمایا ہے؎

دارا و سکندر سے وہ مرد فقیر اولیٰ
ہو جس کی فقیری میں بوئے اسد اللّٰہی

وصالِ پر ملال: حضرت مجاہدِ ملت سراج السالکین اور سید العارفین تھے، آپ فاتحِ عرب و عجم تھے، آپ دین و دانش، تصوف و روحانیت اور عشق و عمل کے پیکرِ جمیل تھے، آپ نے اپنے عہد میں پامردی، ثباتِ قدمی اور مجاہدانہ عزیمت و استقامت سے کارہائے نمایاں انجام دیے وہ ان شاء اللہ تاریخ میں ہمیشہ یاد رکھے جائیں گے۔ آپ نے ملک کے مختلف علاقوں کے دورے بھی خوب فرمائے۔ آپ ممبئی بھی تشریف لے جاتے تھے، زندگی کا آخری سفر بھی آپ نے ممبئی عظمیٰ سے شروع فرمایا۔ آپ کا وصال پر ملال ۱۱؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۱ھ مطابق مارچ ۱۹۸۱ء میں بروز جمعہ اسمٰعیل ہوٹل ممبئی میں ہوا۔ آپ کے وصال کی خبر مختلف ذرائع سے ہر طرف پھیل گئی، مریدین و تلامذہ اور ملک بھر میں پھیلے ہوئے اہلِ عقیدت غم و اندوہ میں ڈوب گئے۔ آپ کی لاش مبارک کو بذریعہ پلین کولکاتا اور وہاں سے کٹک لایا گیا۔ تیسرے دن بروز اتوار ۵؍ بجے شام دھام نگر شریف میں تدفین ہوئی۔ آپ کا مزارِ اقدس عوام و خواص کا مرکزِ عقیدت ہے۔ آپ کا عرسِ مبارک بڑے ادب و احترام سے منایا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ اپنے پیارے حبیب مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ کے طفیل ہم سب کو ان کے فیوض و برکات سے مالا مال فرمائے۔ آمین ☆☆☆

مسلم اقلیتی طبقے کی پسماندگی کا ذمہ دار کون؟

محمد ضیاء الدین برکاتی

بھارت میں مذہبی اقلیتوں کا ذکر کیا جائے تو برصغیر کی تقسیم کے بعد ان کی اہمیت بڑھ جاتی ہے۔ بھارتی آئین اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کی تو بات کرتا ہے لیکن جو حقوق آئین اقلیتوں کو دیتا ہے ریاست ان کے حقوق کے تحفظ کے لیے یا تو بے بس نظر آتی ہے یا وہ خود ان حقوق کے تحفظ کی راہ میں رکاوٹ ہے۔ مرکزی حکومت اسے دور کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔

بھارتی آئین میں چھ اقلیتی طبقوں کو قومی طور پر اقلیتی طبقہ تسلیم کیا گیا ہے جن میں مسلم، سکھ، بدھ، عیسائی، پارسی اور جین ہیں۔ ان میں مسلم طبقہ دنیا کا سب سے بڑا اقلیتی طبقہ ہے جس کی تعلیمی، معاشی، سیاسی، سماجی حالت سب سے بدتر اور افسوسناک ہے۔

اقلیتوں کی فلاح و بہبود کے لیے آتی جاتی سرکاروں نے بہت سے کام کیے لیکن ان کی حالت میں کوئی خاص تبدیلی نہیں آئی۔

آئیے جانتے ہیں کہ گذشتہ ۷۳/ سالوں میں اقلیتوں کو زندگی کے دھارے میں لانے کے لیے کیا کیا اہم کام کیے گئے لیکن ان سب کے باوجود بالخصوص مسلم اقلیتی طبقہ کی ہر حیثیت سے حالت اتنی خراب کیوں ہے آخر اس کس مپرسی کا ذمہ دار کون ہے؟ اقلیتی طبقے یا سرکاریں یا آفیسران یا کوئی اور؟ ساتھ ہی ان کی افسوس ناک حالت میں نمایاں تبدیلی کیسے لائی جا سکتی ہے؟

یوں تو آزادی کے بعد ہی یہ آوازیں اٹھنے لگی تھیں کہ اقلیتوں کی فلاح و بہبود کے لیے حکومتی سطح پر اقدامات کیے جائیں کیوں کہ یہ ہر شعبے میں کافی پچھڑے ہیں یہ نہ تعلیمی اعتبار سے نہ معاشی اعتبار سے اور نہ ہی سماجی اعتبار سے مضبوط ہیں قانون میں ان کے جو اختیارات دیے گئے ہیں وہ انھیں مکمل طور پر دیے جائیں۔ چناں چہ ان باتوں کے مد نظر سب سے پہلے ۱۹۶۰ء میں اترپردیش حکومت نے اقلیتی کمیشن بنایا جس سے اقلیتوں میں امید کی کرن جاگنے پر مرکز کی جنتا پارٹی حکومت کے ذریعہ قومی اقلیتی کمیشن کا وجود ۱۹۷۸ء میں عمل میں آیا اسے اقلیتوں کے حقوق کی حفاظت کی خاطر وجود میں لایا گیا۔ آئین میں اقلیتوں کی حفاظت اور ان کی ترقی کے لیے متعدّد قانونی ضابطے ہیں جن میں کچھ مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) آرٹیکل ۱۵/ کے تحت کسی شخص کے ساتھ مذہب کی بنیاد پر امتیازی سلوک بالکل ممنوع ہے اور نہ ہی ذات، جنس، مقام اور پیدائش کی وجہ سے کسی کے ساتھ امتیازی سلوک روا رکھا جا سکتا ہے۔

(۲) آرٹیکل ۱۴/ کے تحت ریاست کسی بھی شخص کو مساوی حقوق دینے سے انکار نہیں کر سکتی۔

(۳) آرٹیکل ۲۹/ کے تحت اقلیتوں کی زبان، تحریر اور رسم و رواج کے تحفظ کا حق دیا گیا ہے۔

(۴) آرٹیکل ۳۵۰/ کے تحت ہر شخص اپنی شکایتوں کے حل کے لیے قومی سطح پر یا صوبہ میں بولی جانے والی کسی بھی زبان میں اپیل کر سکتا ہے۔

(۵) آرٹیکل ۱۴/(A) کے تحت ہر ایک صوبہ اقلیتوں کے بچوں کو ابتدائی سطح کی تعلیم مادری زبان میں دینے کا مناسب بندوبست کرے گا۔

مذکورہ قانونی ضابطوں کو قومی اقلیتی کمیشن کس طرح سے عمل میں لاتا ہے اسے بھی جانتے ہیں۔

قومی اقلیتی کمیشن کے کام:

(۱) اقلیتوں کے حقوق کی پامالی کی شکایتوں کو سننا اور ان کی ترقی کی جہتوں کا پتہ لگانا اور اس ضمن میں سجھاؤ دینا۔

(۲) اقلیتوں کی حفاظت اور فلاح و بہبود سے متعلق کوششوں میں مدد کرنا۔

(۳) مرکز اور صوبائی حکومتوں کے ذریعہ نافذ پیش (اقلیتوں سے متعلق) بل پر سجھاؤ دینا اور اقلیتوں کے شکایتوں کی جانچ کرنا۔

(۴) اقلیتی طبقوں کی ترقی کے لیے قانونی و فلاحی حیثیتوں پر

راے پیش کرنا۔

مذکورہ قانونی حیثیتوں کے باوجود اقلیتوں کی تعلیمی، معاشی اور سماجی حالت میں کوئی خاص بہتری نہ آنے پر اقوام متحدہ نے ۱۹۹۲ء میں اقلیتوں کی فلاح و بہبود سے متعلق ایک اہم اعلامیہ جاری کیا۔

اقوام متحدہ کا اعلامیہ ۱۹۹۲ء: ۱۸؍ دسمبر ۱۹۹۲ء کو اقوام متحدہ نے ایک اعلامیہ جاری کیا جس میں کہا گیا کہ اقوام متحدہ اقلیتوں کی قومی، ذات برادری، رسم و رواج، شناخت وجود اور مذہبی حقوق کی حفاظت کرے گا۔

اس اہم اعلامیے کے مد نظر قومی اقلیتی کمیشن ہر سال ۱۸؍ دسمبر ''یوم قومی اقلیت'' مناتا ہے۔

اقوام متحدہ کے تاریخی اعلامیہ کے بعد مرکزی حکومت اور قومی اقلیتی کمیشن حرکت میں آیا اور ان کی حالتوں میں بہتری لانے کی سعی کی جانے لگی۔ فلاح و بہبود پر مبنی اسکیموں کا نفاذ ہونے لگا لیکن ان سب کے باوجود مجموعی اعتبار سے کوئی خاص تبدیلی نہیں آئی۔ یہاں ایک بات قابل غور ہے کہ مجموعی اعتبار سے مسلم اقلیتی طبقہ کو چھوڑ کر باقی پانچ اقلیتی طبقوں میں نمایاں تبدیلی دیکھنے کو ملی، ان کی اقتصادی، تعلیمی، سماجی حالت میں قابل قدر اضافہ دیکھنے کو ملا اور ساتھ ہی سرکاری ملازمتوں میں بھی ان کا فیصد کافی بڑھا لیکن وہیں مسلم اقلیتی طبقہ ہر حیثیتوں سے پیچھے ہونے لگا۔ حکومت پر دباؤ بڑھنے لگا کہ پتہ لگایا جائے آخر اس کا معمہ کیا ہے کہ پانچ طبقے ترقی پذیر ہو رہے ہیں اور ایک طبقہ زوال پذیر ہو رہا ہے۔ مرکز نے اس کے اسباب کا پتہ لگانے اور حل تلاش کرنے کے قواعد شروع کیے۔ اس کو عملی جامہ پہنانے کے لیے ایک کمیٹی کی تشکیل دی جسے سچر کمیٹی کے نام سے جانا جاتا ہے۔

سچر کمیٹی:

مسلمانوں کی زندگی کے جملہ شعبہ جات سے متعلق تحقیقی جائزہ لینے کے لیے حکومت ہند نے ۲۰۰۵ء میں چیف جسٹس راجیندر سچر کی نگرانی میں ۷؍ رکنی ایک کمیٹی تشکیل دی جس نے بڑی عرق ریزی اور جاں فشانی سے ہندوستانی مسلمانوں کی اقتصادی، سماجی، تعلیمی اور دیگر شعبوں سے متعلق جو رپورٹ پیش کی وہ نہایت چشم کشا اور غم ناک ہے۔

سچر کمیٹی کی رپورٹ کے مطابق ہندوستان میں بہ حیثیت مجموعی مسلمان نہایت پسماندہ ہیں یہ نہ تو معاشی طور پر مضبوط ہیں اور نہ ہی سماجی طور پر۔ رہا تعلیم کا مسئلہ تو تعلیم کے علم بردار ہونے کے باوجود مسلمانوں کی تعلیمی پسماندگی نہایت درجہ تشویش ناک ہے۔ ان کی حالت شیڈول کاسٹ (SC) اور شیڈول قبائل (ST) سے بھی گئی گذری ہے۔

سفارشات:

سچر کمیٹی نے مسلموں کی تشویشناک حالت کو دور کرنے کے لیے کئی اہم سفارشات پیش کیں جن میں سے کچھ مندرجہ ذیل ہیں جب کہ ان سفارشات کی تعداد ۷۶؍ تک ہے۔

(۱) یونیوسٹیوں میں پچھڑے طبقے کے داخلے کے لیے ایک پیمانہ تیار کیا جائے جس سے وہ بھی اعلی تعلیم حاصل کر سکیں۔

(۲) مدرسوں کو سینئر سکینڈری اسکولوں سے منسلک کیا جائے۔

(۳) ان کے اوقاف کی حفاظت کے لیے ۵۰۰؍ کروڑ کی لاگت سے قومی وقف ترقی بورڈ کا وجود عمل میں لایا جائے جس سے ان کی اقتصادی طور پر ترقی ہو سکے۔

(۴) پسماندہ مسلموں کو او، بی سی یا ایس، سی طبقے میں شامل کیا جائے جس سے انھیں سرکاری ملازمت ملنے میں آسانی ہو اور سماج کی ترقی کا باعث ہوں۔

(۵) مسلموں میں روزگار در بڑھانے کے لیے ضروری اقدامات کیے جائیں۔

(۶) مختلف سماجی، معاشی طبقوں کے لیے ایک قومی ڈیٹا بینک متعارف کرایا جائے۔

(۷) مسلم اکثریتی علاقوں میں تعلیم کو بڑھاوا دینے کے لیے یونیورسٹیوں، کالجوں اور اسکولوں کو قائم کیا جائے۔

(۸) مسلمانوں کی ترقی کو تمام شعبوں میں یقینی بنایا جائے۔

اس طرح سے حکومت کے توسط سے قائم کردہ رنگناتھ مشرا کمیشن بھی تھا جس نے سچر کمیٹی سے ایک سال قبل اپنی رپورٹ پیش کی جس میں اس نے بھی کئی اہم سفارشات پیش کیں جو سچر کمیٹی کی سفارشات سے ملتی جلتی ہیں ساتھ ہی مشرا کمیشن نے اس بات پر بھی زور دیا کہ مسلمانوں کو دس فیصد ریزرویشن دیا جائے اور دیگر طبقوں کو ۵؍ فیصد ریزرویشن دیا جائے۔

مذکورہ کمیشنوں کی سفارشات پر عمل کرنے کے لیے متعدّد اسکیموں کا نفاذ کیا گیا لیکن ان اسکیموں کا فائدہ اچھی طرح سے نہ مل

سکا یا تو لینے میں کوتاہی ہوئی یا نفاذ کاغذی حد تک ہی رہا یا نفاذ کرنے پر پیش رفت نہ ہو سکی۔

افضل امام اللہ رپورٹ:

اسی داؤ پیچ کے درمیان دسمبر ۲۰۱۶ میں مولانا آزاد ایجوکیشنل فاؤنڈیشن کے سکریٹری افضل امام اللہ کی قیادت میں مرکزی حکومت نے ۱۱ر رکنی کمیٹی تشکیل دی جس کو یہ ذمہ داری سونپی گئی تھی کہ اقلیتوں کی تعلیمی صورت حال کا جائزہ لیں۔

مرکزی وزارت فروغ انسانی وسائل کے مالی تعاون سے اس کمیٹی نے مسلمانوں کی تعلیمی حالت کے جائزے کا کام شروع کیا اور حکومت کو فلاح و بہبود کے لیے کئی سفارشات پیش کیں جن میں سے کچھ درج ذیل ہیں:

سفارشات:

(۱) مسلمانوں کی تعلیمی ترقی کے لیے زیادہ سے زیادہ تعلیمی اداروں کی شروعات کی جائے۔ سینٹرل یونیورسٹیوں اور کمیونٹی کالجوں کے ریاستی سطح پر قیام کو منظوری ملنی چاہیے۔

(۲) تعلیمی نظام کو سہ درجاتی بنا کر مسلمانوں کے لیے مختلف درجوں پر تعلیمی ادارے مہیا کرائے جائیں۔

(۳) بنیادی و ثانوی سطح پر اقلیتوں کے لیے ملک بھر میں ۲۱۱ ایسے اسکولوں کے قیام کی سفارش کی گئی ہے جو کیندر یہ ودیالیہ کے طرز پر چلتے ہیں۔

(۴) ہر ریاست میں ۲۵ر کمیونٹی اسکول اور اعلیٰ تعلیم کے لیے مرکزی سطح کی یونیورسٹی کا قیام عمل میں لایا جائے۔

(۵) کمیٹی نے حکومت کو بتایا کہ ملک میں ۶۷ا علاقے ایسے ہیں جہاں پر مسلمانوں کی آبادی اکثریت پر مشتمل ہے اس کے علاوہ ملک کے ۴۰ر اہم شہر ایسے ہیں جہاں مسلمانوں کا دبدبہ ہے۔

مذکورہ علاقوں میں تعلیمی اداروں اور مرکزی یونیورسٹیوں کے قیام پر زور دیتے ہوئے کہا گیا ہے کہ مرکز کی طرف سے جو اسکول اور کالج مسلمانوں کے لیے قائم کیے جائیں ان میں CBSE نصاب کے ساتھ تجارتی تعلیم کا بھی بندوبست کیا جانا چاہیے۔

(۶) ۲۵ر ریاستوں میں مسلمانوں کو فروغ سے آراستہ کرنے کے لیے مختلف کورسوں کی شروعات کی جائے۔

حکومت مذکورہ کمیٹیوں رنگناتھ مشرا کمیٹی، سچر کمیٹی اور افضل امام اللہ کمیٹی کی سفارشات پر مثبت اقدام کی سعی پیہم کر رہی ہے اور عملی جامہ پہنانے کی کوششیں بھی جاری ہیں۔ اقلیتوں کی فلاح و بہبود کے لیے مرکزی حکومتوں کی کوششوں اور نافذ کی جا رہی مخصوص اسکیموں پر بھی نظر ڈالتے ہیں۔

اقلیتی طبقوں کے لیے وزارت کی جانب سے نافذ کی گئی اسکیمیں اور پروگرام NCM ایکٹ ۱۹۹۲ کی دفعہ 2(C) کے تحت نوٹیفائی کی گئی ہیں۔ اقلیتوں کی فلاح و بہبود سے متعلق کچھ اہم اسکیمیں اور پروگرام مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) پڑھو پردیس: اس میں تکنیکی اور پیشہ وارانہ کورسیز میں بیرون ملک مطالعات کے لیے سود سبسڈی فراہم کی جاتی ہے تاکہ بیرون ملک میں اعلیٰ تعلیم کے مواقع فراہم کیے جاسکیں۔

(۲) نئی روشنی: یہ اسکیم اقلیتی طبقہ کی خواتین میں قائدانہ صلاحیت کو جلا بخشنے کی غرض سے وضع کی گئی ہے۔ اس کا مقصد خواتین میں علم کی فراہمی اور سرکاری نظام، بینکوں اور درمیانی سطح کے اداروں کے ساتھ تکنیک سے انھیں آراستہ کر کے بااختیار بنانا اور ان میں اعتماد پیدا کرنا ہے۔

(۳) سیکھو اور کماؤ: اقلیتوں میں ہنر مندی کے فروغ اور ان کے بے روزگاری در کو کم کرنے کے لیے شروع کی گئی ایک اچھی اسکیم ہے۔ اس کے تحت ہنر ہاٹس کا بھی اہتمام کیا جا رہا ہے تاکہ ملک بھر کے ماسٹر دست کاروں کو گھریلو اور بین الاقوامی سطح پر متعارف کرانے کے ساتھ ساتھ ایک موقع فراہم کیا جاسکے۔

(۴) استاد: اقلیتوں کی ترقی کے لیے شروع کی گئی یہ اسکیم ہے جس کا مقصد روایتی آرٹس اور دست کاری میں ہنر اور تربیت کو جدید بنانے کے لیے ہے۔

(۵) نئی منزل: رسمی اسکولی تعلیم اور درمیان میں ہی تعلیم چھوڑنے والے طلبہ میں ہنر مندی کو فروغ دے کر فائدے مند روزگار فراہم کرنے میں مدد کرنے کے لیے ہے۔

(۶) ہماری دھروہر: ہندوستانی ثقافت کی مجموعی سوچ کے تحت اقلیتی طبقوں کے مالا مال وراثت کو محفوظ بنانے اور تحفظ دینے کے لیے ہے۔ (جاری)

آزادیِ ہند میں علما کا کردار اور موجودہ سیاسی صورتِ حال

بزمِ دانش میں آپ ہر ماہ بدلتے حالات اور ابھرتے مسائل پر فکر و بصیرت سے لبریز نگارشات پڑھ رہے ہیں۔ ہم اربابِ قلم اور علماے اسلام کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ دیے گئے موضوعات پر اپنی گراں قدر اور جامع تحریریں ارسال فرمائیں۔ غیر معیاری اور تاخیر سے موصول ہونے والی تحریروں کی اشاعت سے ہم قبل از وقت معذرت خواہ ہیں۔ از: مبارک حسین مصباحی

ستمبر ۲۰۱۹ء کا عنوان	ماب لنچنگ کے خلاف ملک اور بیرون ملک احتجاجات - ایک جائزہ
اکتوبر ۲۰۱۹ء کا عنوان	دینی جلسوں کا معیار، ایک تعمیری جائزہ

آزادی ہند میں علما کی قربانیاں اور آزاد ہند میں ماب لنچنگ کا بڑھتا سیلاب

از: **مفتی ساجد علی مصباحی**، استاذ دار العلوم غریب نواز، داہوگنج، کشی نگر یوپی

یہ ایک ناقابلِ انکار حقیقت ہے کہ ہندوستان کو انگریزی ظلم واستبداد سے نجات دلانے اور یہاں کے باشندوں کو برطانوی سامراج کی غلامی سے آزاد کرانے میں علماے کرام کا اہم کردار رہا ہے۔ ہندوستانی علما اور یہاں کے عام مسلمان آزادی کی جدوجہد میں مکمل جوش و خروش کے ساتھ پیش پیش رہے۔ یہی وجہ ہے انگریز اپنا اصل حریف اور دشمن یہاں کے مسلمانوں ہی کو سمجھتے تھے، اور زندگی کے ہر میدان میں مسلمانوں کا قافیۂ حیات تنگ کرنے کے لیے طرح طرح سے کوششیں کی جارہی تھیں اور انھیں جبر و ظلم کا نشانہ بنایا جارہا تھا نیز منظم طور پر ہر شعبۂ حیات میں انھیں بے اثر بلکہ پس ماندہ بنانے کی مسلسل سازش رچی جارہی تھی۔

آزادی کی پہلی جنگ انقلاب ۱۸۵۷ء میں اگرچہ یہاں کے ہندو بھی شریک تھے، لیکن قومی حیثیت سے ان کے اندر وہ جوش و جذبہ مفقود تھا جس کی چنگاریاں مسلمانوں کے دلوں میں بھڑک رہی تھیں، یہی وجہ ہے کہ ہندو مورخین کے اندر تاریخ انقلاب کے حوالے سے وہ دل چسپی نظر نہیں آتی جو ہونی چاہیے، اور جن مورخین نے دل چسپی دکھائی تو انھیں تاریخی حقائق سے چھیڑ چھاڑ کر کے اپنی آبرو بچانے کی ضرورت پڑ گئی۔

یہ بھی ایک تاریخی حقیقت ہے کہ جدوجہدِ آزادی کے ابتدائی سو سال تک مین رول میں صرف یہاں کے مسلمان ہی رہے جو اپنے علما کی قیادت میں برطانوی سامراج سے ٹکرا کر ہر طرح کی قربانی دیتے رہے، بعد میں برادرانِ وطن بھی ساتھ آئے، مگر ۱۹۲۰ء تک ان کا کوئی قابل ذکر اور مرکزی کردار نظر نہیں آتا۔ ۱۹۲۰ء کے بعد آزادی کے تیسرے اور آخری دور میں پورے جوش و خروش سے انھوں نے بھی حصہ لیا، مگر مسلمان اب بھی کسی سے پیچھے نہیں تھا، ان کی متعدد جماعتیں، تنظیمیں اور تحریکیں سرگرم عمل تھیں، ان کے قائدین اور کارکنان قید و بند کی صعوبتیں برداشت کر رہے تھے، جنگ آزادی کی تقریبًا دو سو سالہ تاریخ میں مسلمانوں نے کبھی بھی انگریز سے سمجھوتہ نہیں کیا، بلکہ ہر موڑ اور ہر منزل پر اس کے ناپاک عزائم کی راہ میں حائل رہے، اور اس کے ناپاک چنگل سے وطن عزیز کو آزاد کرانے کے لیے ہر طرح کوشاں، اور ہر قسم کی قربانی دینے کے لیے تیار رہے۔ ایک اندازے کے مطابق پوری جنگ آزادی میں پانچ لاکھ مسلمانوں نے جامِ شہادت نوش کیا۔

۱۸۵۷ء میں ناکامی کے بعد انگریزوں نے ظلم و ستم کا جو بازار گرم کیا اور قتل و غارت گری کی جو داستان رقم کی، اس کا اصل نشانہ یہاں علما ہی بنے، انگریزوں نے علماے کرام پر جو لرزہ خیز مظالم ڈھائے اس کو سن کر کلیجہ منھ کو آتا ہے، تاریخ نگاروں کے بقول صرف تین دن میں چودہ ہزار علما کو شہید کر دیا گیا، چاندنی چوک سے لے کر خیبر تک کوئی درخت ایسا نہیں تھا، جس پر علما کی لاشیں نہ لٹک رہی ہوں،

بادشاہی مسجد لاہور میں ایک ایک دن میں چالیس چالیس علما کو پھانسیاں دی گئیں، انھیں توپ کے دہانے سے باندھ کر توپ چلا دی جاتی، جس سے ان کے جسم کے پرخچے اڑ جاتے تھے، انھیں زندہ آگ میں جلایا گیا، ہزاروں کو کالا پانی کی سزا سنائی گئی، بے شمار لوگوں کو نذرِ زنداں کیا گیا، ان کے املاک کو ضبط کر لیا گیا اور نہ جانے کن کن مصائب وآلام سے انھیں دوچار ہونا پڑا۔

پہلی جنگ آزادی کے میں علماے کرام کی قربانیوں کے حوالے سے معروف دانشور اور صحافی حضرت مولانا مبارک حسین مصباحی لکھتے ہیں:

” انقلاب ۱۸۵۷ء کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ علماے اہل سنت نے اس جنگ کو جہاد کا نام دیا تھا، علامہ فضل حق خیر آبادی، مولانا احمد اللہ شاہ مدراسی، مولانا فیض احمد بدایونی، مولانا کفایت علی کافی مرادآبادی، مولانا لیاقت علی الہ آبادی، مفتی عنایت احمد کاکوروی، سید مبارک شاہ رام پوری، مولانا رضا علی بریلوی وغیرہ سیکڑوں علماے اہل سنت نے فتواے جہاد کی اپنے اپنے علاقوں میں خوب تشہیر کی اور ملک بھر میں ایثار وقربانی کی عام لہر پیدا کر دی۔ یہ اسی فتواے جہاد کا اثر تھا کہ ہزاروں علما نے اس جنگ میں حصہ لیا اور جیل کی سلاخوں سے لے کر پھانسی کے پھندوں تک کا سفر بہ آں عزم وحوصلہ مسکراتے ہوئے طے کیا۔“ [ماہ نامہ اشرفیہ، انقلاب ۱۸۵۷ نمبر شمارہ اگست ۲۰۰۸ء، ص: ۴]

الغرض ہمارے علماے کرام اور ہمارے پُرکھوں نے ہر طرح کی قربانی دے کر اس ملک کو انگریزوں کے پنجہ استبداد سے آزاد کرایا، لیکن شومیِ قسمت کہ جب آزادی کا وقت قریب آیا تو وہ قومیں جو ہزاروں سال سے باہم شیر وشکر تھیں، ایک سازش کے تحت انھیں آپس میں ٹکرا دیا گیا، اور فسادات کی اس آگ کو اتنا بھڑکایا گیا کہ بظاہر یہ محسوس ہونے لگا کہ اب اس ملک میں ہندو مسلمان ایک ساتھ نہیں رہ سکتے۔ پھر تقسیم کا فارمولا سامنے رکھا گیا، یہاں ہزار سالہ باہمی پیار ومحبت کی تاریخ ہار گئی، اور مفاد پرستی غالب آگئی، اور ملک دو حصوں میں تقسیم ہو گیا۔ بظاہر یہ ملک کی تقسیم تھی، لیکن درحقیقت یہ ہندوستان کے مسلمانوں کی تقسیم تھی، تاکہ سیاسی طور پر برّصغیر میں مسلمانوں کو بے وزن کر دیا جائے۔ تقسیمِ وطن کے مذکورہ فارمولے پر گرچہ زعماے ہند نے اپنی دستخطوں سے مہر تصدیق ثبت کر دی تھی، تاہم مسلمانوں کی ایک بڑی اکثریت نے مذہب کے نام پر بنائے گئے اس الگ ملک کو قبول نہیں کیا، اور ہندوستان ہی میں رہنے کو ترجیح دی، ہندوستانی آئین نے بھی ان کے حقوق کی مکمل ضمانت دی، انھیں مساوات کا حق دیا، اور پھلنے پھولنے اور ترقی کرنے کا یکساں موقع فراہم کیا۔ لیکن المیہ یہ ہے کہ ڈاکٹر بھیم راؤ امبیڈکر اور ان کی ٹیم کا تیار کردہ آئین [جس کے بنانے میں ہمارے اکابر بھی شریک تھے] نے ہمیں جو حقوق عطا کیے تھے، آزادی کے بعد سے ہی اس کی پامالی لگاتار جاری ہے۔ ایک پلاننگ کے تحت فوج، پولیس، عدلیہ، مقننہ اور دوسرے سرکاری اداروں سے ریٹائر ہونے والے مسلم اہلکاروں کی جگہ مسلم نوجوانوں کو خدمت کا موقع فراہم نہیں کیا گیا، جس سے حکومتی اداروں میں ان کا تناسب آٹے میں نمک کے برابر ہو گیا۔ بابری مسجد میں مورتی رکھ کر پہلے اسے مقفل کیا گیا، پھر ۱۹۹۲ء میں فرقہ پرست طاقتوں نے آئین و قانون کا سرِعام مذاق اڑاتے ہوئے دن کے اجالے میں اسے شہید کر کے یہاں کے مسلمانوں کو واضح طور پر یہ پیغام دے دیا، کہ ہم جو چاہیں کر سکتے ہیں۔ آزادی کے بعد سے فسادات کا ایک لامتناہی سلسلہ جاری ہے، ہندوستان کے جس حصے میں بھی مسلمان معاشی و اقتصادی طور پر اُبھرے، منظم طریقے پر فسادات کی آگ بھڑکا کر ان کی معیشت کو تباہ کر دیا گیا، عصمتوں پر ڈاکے ڈالے گئے، اور قتل وخون ریزی کا ننگا رقص کیا گیا، باقی کسر ہماری بہادر پولیس مظلوم مسلمانوں کو جیلوں میں ڈال کر اور طرح طرح کے مقدمات میں پھنسا کر پوری کرتی رہی، جس پر مختلف کمیشنوں کی رپورٹیں شاہد ہیں۔ تعلیم یافتہ اور برسرروزگار مسلم نوجوانوں کو خود ساختہ الزامات کی وجہ گرفتار اور دہشت گردی کے فرضی مقدمات قائم کر کے دس دس سال پندرہ پندرہ سال جیلوں میں ڈال کر ان کے کیریئر کو تباہ کرنے کا مذموم سلسلہ اب بھی جاری ہے۔

یہ حادثات ہی کیا کم تھے کہ ۲۰۱۴ء میں بی جے پی کے مسندِ اقتدار پر فائز ہونے کے بعد فرقہ پرست طاقتوں نے ماب لنچنگ [MOB LINCHING] کے عنوان سے ظلم وستم کا ایک نیا سلسلہ شروع کیا، جنونی عوامی بھیڑ کے ذریعے جس کو چاہا پیٹ پیٹ کر قتل کر دیا۔ دادری کے اخلاق سے لے کر حافظ جنید، پہلو خان اور اکبر خان سمیت کتنے ایسے بے گناہ ہیں، جو ان کے ظلم کا نشانہ بنے۔ طرّہ یہ کہ علانیہ طور پر یہ لوگ اپنے ان مذموم کرتوتوں کا ویڈیو بنا کر سوشل سائیٹس پر ڈال دیتے ہیں۔ ان کے

دلوں میں قانون کا کوئی خوف نہیں، اور ہو بھی کیوں؟ جب اقتدار میں بیٹھے کچھ فرقہ پرست لوگوں کے مضبوط ہاتھ ان کی پشت پر ہیں، پھر خواہ گھر واپسی کا مسئلہ ہو یا طلاق ثلاثہ کا، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی اور جامعہ ملیہ کے اقلیتی کردار کا معاملہ ہو، یا مرکزی حکومت کا تعصب پر مبنی شہریت بل لانے کا معاملہ، موجودہ حکومت کی ان تمام مسائل میں گہری دلچسپی رہی، اور در پردہ ان سازشوں کو تقویت پہنچانے کے لیے اس کی مکمل تائید حمایت اور مدد بھی شامل رہی۔

پولرائزیشن کی سیاست کے ذریعہ ۲۰۱۴ میں اقتدار کی کرسی تک رسائی حاصل کرنے والی حکومت نے ۲۰۱۹ء میں بھی اسی ہتھکنڈے کو مکمل شد ومد کے ساتھ استعمال کیا، الیکشن میں کام یابی کے لیے ایک منظم منصوبے کے تحت ہندوستان کے اکثریتی طبقہ کو باور کرایا گیا کہ ان کا مذہب خطرے میں ہے، اگر یہاں کوئی دوسری پارٹی برسر اقتدار ہوگئی تو یہ ملکی مفادات کے ساتھ اکثریتی طبقہ کے مذہبی مفادات کے لیے بڑ خطرناک ثابت ہوگا، ملک کی ساخت کمزور ہوجائے گی، پڑوسی مسلم ملک [جو خود اپنے مسائل سے پریشان ہے] ہندوستان کو نگل جائے گا، اکثریتی طبقہ کا نام ونشان یہاں سے مٹ جائے گا، ان مفروضات کو اس طرح سجا سنوار کر اور منظم انداز میں پیش کیا گیا کہ ہندوستان کی بھولی بھالی عوام اس پر یقین کر بیٹھی اور پروپیگنڈہ کرنے والے اپنے مقصد میں صد فی صد کام یاب ہوگئے۔

۲۰۱۹ء میں مرکز میں بی جے پی حکومت آنے کے بعد یہاں کے امن پسند باشندوں کا خوف وہراس بالکل فطری تھا، لیکن حکومت سازی کے دوران وزیر اعظم نے اپنے ممبران پارلیمنٹ کو جس انداز میں خطاب کیا اور جس طرح یہاں کے تمام باشندوں کے یکساں تحفظ اور یکساں ترقی کا وعدہ کرتے ہوئے ’’سب کا ساتھ، سب کا وکاس کے پرانے نعرے کے ساتھ ’’سب کے وشواش‘‘ کا اضافہ کیا اس سے یہاں کی اقلیتوں بالخصوص مسلمانوں میں ایک طرح سے امید جاگی اور وزیر اعظم کے اس خطاب کی ہر چہار جانب ستائش بھی ہوئی، لیکن حکومت سازی کے چند دنوں کے بعد ہی سے ملک میں جس طرح کے حالات پیدا ہوئے اور جس طرح نفرتوں کا بازار گرم ہوا، اس نے اس خطاب اور ’’سب کا ساتھ، سب کا وکاس، اور سب کا وشواش‘‘ کے نعرے کی معنویت یک لخت ختم کردی، مرکز میں بھاری اکثریت کے ساتھ دوبارہ بی جے پی حکومت بننے کے بعد گویا شر پسند عناصر کو کھلی چھوٹ مل گئی ہو، اب نہ تو انھیں پولیس کا ڈر ہے اور نہ قانون اور سزا کا خطرہ، انھیں لگتا ہے پولیس بھی ہماری ہے، کورٹ بھی ہمارا ہے، جیل خانے ہمارے لیے چند دنوں کی تفریح گاہ ہیں، ہم یہاں کے حکمراں ہیں یہاں کے مسلمان ہماری بے دست وپا رعایا۔

ان دنوں روزانہ ماب لنچنگ کے واقعات رونما ہو رہے ہیں، مسلمان ہر جگہ اپنے آپ کو غیر محفوظ محسوس کر رہا ہے، پولیس محکمہ بھی مسلمانوں کے ساتھ مکمل تعصب کا برتاؤ کر رہا ہے، اب جب کہ پوری دنیا میں ہندوستان کے موجودہ حالات پر تشویش کا اظہار کیا جارہا ہے اور وطن عزیز کی عالمی سطح پر بدنامی ہو رہی ہے، ایسے نازک حالات میں بھی حکومت کی جانب سے کوئی سخت قدم نہیں اٹھایا جانا انتہائی تشویش کی بات ہے۔

ہندوستان کی تعمیر وترقی کے لیے علمائے کرام نے جو قربانیاں پیش کیں اور ہندوستانی مسلمانوں نے جس طرح اپنا خون جگر پیش کیا، وہ یقینا وطن کے تئیں ان کے پاکیزہ جذبات کی عکاسی کرتا ہے، ہندوستانی مسلمانوں نے کبھی بھی اس کی پیشانی پر دھبہ لگنے نہیں دیا، ہر موڑ پر اسے اپنا وطن سمجھا اور اپنی قربانی پیش کی، لیکن اس کے باوجود یہاں کے اکثریتی طبقہ کے لوگ انھیں شک کی نگاہ سے دیکھنے سے باز نہیں آتے، یہاں کے مسلمانوں نے بارہا یہ بھی واضح کردیا ہے کہ پڑوسی ملک پاکستان کی حرکتوں سے ان کا کوئی لینا دینا نہیں ہے، وہاں سے اگر ہمارے وطن عزیز کے خلاف کوئی شر انگیزی ہوتی ہے تو اسے منہ توڑ جواب دیا جانا چاہیے، ہر ہندوستانی مسلمان اپنے ملک کی حفاظت اور سالمیت کو ہر حال میں مقدم رکھتا ہے، یہی ہمارے اسلاف اور اکابر کی روش رہی ہے، اسی پر ہم بھی مضبوطی کے ساتھ قائم ہیں۔

منظم پلاننگ کے تحت ماب لنچنگ کا جو ناپاک کھیل کھیلا جارہا ہے وہ یقینا ہندوستان کے ماتھے پر ایک بدنما داغ ہے، اسی طرح ہندوستان میں ہندو مذہب کی بالادستی ثابت کرنے کے لیے مسلمانوں سے جبراً ’’جے شری رام‘‘ کے نعرے لگوانا ہندوستانی آئین کے بھی خلاف ہے اور تہذیب وشائستگی کے بھی منافی، ان حالات میں ہندوستانی میڈیا کی ذمے داری تھی کہ غیر جانب دار ہوکر حقائق کو اجاگر کرنے اور مظلوموں کو انصاف دلانے کا کام کرتا، لیکن یہاں کی میڈیا نے چاپلوسی کی انتہا کردی، یہاں کا ٹی وی اینکر حکمراں پارٹی کے ہر قدم کو درست ٹھہرانے کا ذمہ اپنے سر لے کر ایڑی چوٹی کا زور لگاتا ہے، اس وقت ہندوستان کا

الیکٹرانک میڈیا ہندو مسلم کے درمیان منافرت پھیلانے والے موضوعات پر ڈیبیٹ کرا کر جلتی میں تیل ڈالنے کا کام کر رہا ہے، کچھ ٹی وی چینلز تو کھلے عام مسلمانوں کو گالی دینے اور ان کے خاتمے کی بات کر کے ہندوؤں کو بھڑکا کر اپنی ٹی آر پی بڑھانے میں مگن ہیں اور برسر اقتدار پارٹی کی چاپلوسی میں صحافت کے سارے اصولوں کا خون دن کے اجالے میں کر رہے ہیں ۔ حال ہی میں اناؤ کے ایک مدرسہ کے طلبہ کے ساتھ زدوکوب اور انھیں جبراً جے شری رام کے نعرے لگوانے کا معاملہ سامنے آیا، سارے ٹی وی چینلوں نے اس افسوس ناک خبر کو کور بیج دیا، لیکن دوسرے ہی دن یہ ساری کہانی بدل دی گئی، چوبیس گھنٹے کے اندر ٹی وی چینلوں نے مجرم کو بے قصور اور مظلوم طلبہ اور ان کے اساتذہ کو امن وشانتی کا دشمن بنا کر پیش کر دیا۔ یقیناً یہ حالات بہت افسوس ناک ہیں، ملک کے ان ناگفتہ بہ حالات پر کسی کو اضطراب ہو یا نہ ہو، یہاں کے مسلمانوں میں شدید اضطراب ہے، صرف اس لیے نہیں کہ ان پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے جا رہے ہیں، بلکہ اس لیے بھی کہ یہ وطن ہمارا ہے، اس گلشن کی آبیاری کے لیے ہمارے آبا واجداد نے خونِ جگر پیش کیا ہے، اس کی بقا کے لیے ہمارے علما نے قید و بند کی صعوبتیں برداشت کی ہیں، انگریزوں کے لرزہ خیز مظالم کا سامنا کیا ہے اور اس کے استحکام کے لیے اپنی جانوں تک کا نذرانہ پیش کیا ہے۔

موجودہ ملکی حالات اور تناؤ کی تشویش ناک صورت حال پر ہندوستان کا ہر امن پسند شہری مضطرب ہے، ایسا نہیں ہے کہ یہاں کا ہر ہندو مسلمانوں کے خلاف برسرِ پیکار ہے بلکہ ایک طبقہ ہے جو مسلسل زہر افشانی کر کے ماحول کو گرم بنائے رکھنے میں اپنی عافیت محسوس کرتا ہے، ہندو انتہا پسند تنظیمیں اس سلسلے میں اہم کردار ادا کر رہی ہیں، آزادی کے بعد سے جن ہندو تنظیموں نے ہندوؤں کا ٹھیکہ اٹھا رکھا ہے اور یہاں کی نئی نسل میں مسلمانوں کے حوالے سے زہر بھرنے کی کوششیں کر رہی ہیں اب انھیں اپنا خواب شرمندۂ تعبیر ہوتا ہوا نظر آ رہا ہے، انھیں لگ رہا ہے کہ یہاں کے مسلمانوں کا عرصۂ حیات تنگ کرنے کا یہ صحیح وقت ہے، اسی سنہرے وقت میں اپنے سارے ناپاک منصوبوں کو پایۂ تکمیل تک پہنچا لیا جائے، برسوں کی محنت کا پھل کھا لیا جائے، حالاں کہ ہندوستان کی تاریخ سے واقفیت رکھنے والا شخص ان کے ان نظریات کو خام خیالی سے زیادہ اہمیت نہیں دے گا۔ ہندوستان میں اس سے بھی زیادہ پُر آشوب دور گزر چکے ہیں، ہندوستانی تاریخ کے صفحات میں ہندو مسلم تصادم کے بڑے بھیانک واقعات موجود ہیں، لیکن اس سرزمین کی یہ خوبی رہی ہے کہ یہاں ہمیشہ نفرت و عداوت کی ہار ہوئی ہے اور قومی یک جہتی ہمیشہ سرخرو رہی ہے، جس دن ہندوستانیوں کو سیاسی بازیگروں کا اصل چہرہ نظر آ گیا اور ہندو مذہب کے ٹھیکیداروں کے مذموم مقاصد کا صحیح علم ہو گیا اسی دن ان شاء اللہ حالات بدلیں گے اور ہندوستان کی گنگا جمنی تہذیت کا بول بالا ہوگا۔ ☆☆☆

آزادیِ ہند میں علما کا کردار اور آج مسلمانوں کے خلاف ظلم و جبر کے بڑھتے سنگین حادثات

از: **مفتی مبشر رضا ازہر مصباحی**، شیخ الحدیث الجامعۃ الرضویہ، کلیان

اللہ رب العزت جل وعلا نے متعدّد مقامات پر علما کی شان وعظمت اور ان کا مقام و مرتبہ بیان فرمایا، کہیں ان کی رفعت و بلندی کا تذکرہ فرمایا تو کہیں انھیں خشیت ربانی کا عظیم نعمت یافتہ ارشاد فرمایا، نیز اللہ کے حبیب سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی مختلف مجلسوں میں ان کے فضائل و مناقب اور مدارج و مراتب بیان فرمائے، کہیں انھیں انبیاے بنی اسرائیل سے تشبیہ دی تو کہیں انبیاے کرام کی مقدس گروہ کا وارث قرار دیا۔ اس وراثت نبوی کا لازمی تقاضا یہ ہے کہ اُمت مرحومہ کو جس وقت اور جہاں کہیں جیسی رہبری و رہنمائی کی ضرورت درپیش ہو، وہ انبیاے کرام کے نقش قدم پر چلتے ہوئے بلا خوف لومۃ لائم مختلف شعبۂ حیات میں ان کی امامت و سیادت کا اہم فریضہ انجام دیں۔ چناں چہ تاریخ شاہد ہے کہ امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کو جس وقت جیسی حاجت پیش آئی، علما کی مقدس جماعت نے اسے بحسن وخوبی پوری فرما کر وارثِ انبیا ہونے کا بھرپور ثبوت پیش فرمایا ہے۔

کتب سیر و تاریخ سے معمولی شغف رکھنے والا شخص بھی بخوبی جانتا ہے کہ جب مکہ کے کافروں نے مسلمانوں کے حقوق چھیننے کی ناپاک کوشش کی اور حق سے روگردانی پر حد سے بڑھ گئے تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے خلاف نہ صرف محاذ آرائی پر اپنے صحابہ کو ابھارا بلکہ متعدّد جنگوں میں بنفس نفیس تشریف بھی لے گئے۔ گویا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ سے یہ درس ملتا ہے کہ آقاے کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے مذہبی

معاملات سے لے کر میدان معرکہ تک امامت وقیادت کا فریضہ انجام دیا ہے۔ چناں چہ تاریخ گواہ ہے کہ ان کے وارثین علمائے کرام نے بھی نہ صرف مسجد ومدرسہ اور خانقاہ میں رہ کر مسلمانوں کے مذہبی معاملات میں رہبری ورہنمائی فرمائی ہے، بلکہ وقت آنے پر میدان کارزار میں بھی اپنی شجاعت وبہادری خوب پیش کی ہے۔

چناں چہ وطن عزیز ہندوستان جب انگریزوں کے دجل وفریب کی جال میں پھنس کر کراہ رہا تھا، یہاں کے درودیوار سے اسیری کی آوازیں آرہی تھیں تو علمائے اہل سنت نے نہ صرف ان کے خلاف فتویٰ جہاد جاری فرماکر اہلیان وطن کو معرکہ آرائی کے لیے برانگیختہ کیا اور ان میں جہاد کے لیے جوش وجنون پیدا کیا، بلکہ خود بھی میدان جنگ میں شریک ہوکر ایسی بہادری پیش فرمائی کہ جن کی داستانیں پڑھ کر آج بھی ہندوستانیوں کا لہو گرم ہوجاتا ہے اور ظالم انگریزوں کے وحشیانہ کردار کے خلاف ہندوستانیوں کے دلوں میں نفرت کے جذبات اُمنڈنے لگتے ہیں۔

بلاریب اس دیش کی تاریخ کا اگر جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ہندوستان کی تاریخ علمائے اہل سنت کی قربانیوں سے بھری ہوئی ہے، نہ صرف ۱۸۵۷ء کی جنگ بلکہ اس سے پہلے اور اس کے بعد جتنی جنگیں لڑی گئی ہیں، تمام جنگوں میں اہلیان وطن کی قیادت کا فریضہ علمائے اہل سنت نے انجام دیا ہے، جن کی سرگرمیاں، جانفشانیاں اور قربانیاں دلی سے لکھنؤ اور لکھنؤ سے جزیرۂ انڈمان تک پھیلی ہوئی ہیں۔ ۱۸۵۷ء میں ہندوستان کے تقریبًا بائیس ہزار علما کو شہید کیا گیا اور صرف ایک ہفتہ میں دہلی میں ستائیس ہزار مسلمان شہید کیے گئے۔

یوں تو اس ملک کو انگریزی سرکار کے ظلم واستبداد اور ان کی بالادستی سے نجات دلانے کے لیے جنگ آزادی میں مختلف افراد ورجال نے حصہ لیا، مگر جن عظیم ہستیوں نے قائدانہ کردار ادا کیا اور جن کی ولولہ انگیز تقریروں سے ہزاروں لوگوں کے دلوں میں جذبۂ جہاد پیدا کیا، ان میں سے چند مشاہیر کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

علامہ فضل حق خیرآبادی، مفتی کفایت علی کافی مرادآبادی، مفتی عنایت احمد کاکوروی، مفتی صدرالدین آزردہ دہلوی، مولانا فیض احمد عثمانی بدایونی، مولانا رحمت اللہ کیرانوی، مولانا وزیر خان اکبرآبادی، سید احمد اللہ شاہ مدراسی، جنرل بخت خاں، منشی رسول بخش کاکوروی، مولانا لیاقت علی الہ آبادی، مولانا عبدالجلیل علی گڑھی، مولانا وہاج الدین مرادآبادی وغیرہ۔

مذکورہ اسمائے گرامی ان علما وقائدین کے ہیں جو اپنے اپنے وقت کے عظیم عالم، مفتی، شاعر اور مذہبی رہنما مانے جاتے تھے؛ مگر جب ظالم وجابر حکومت انگریزی کے خلاف لڑنے اور مرنے کی بات آئی اور ان کے خلاف میدان جنگ میں تیروسنان کے مقابلے کی ضرورت درپیش ہوئی تو انھوں نے لوگوں کو ابھارا بھی اور خود بھی اس کے لیے اپنا اپنا سینہ پیش کیا۔ انگریزوں کے خلاف شمع جہاد روشن کرنا، فتویٰ جہاد جاری کرنا اور عوام کو اس کے لیے آمادہ کرنا انھیں اسلام کے مقدس جیالوں اور بہادر جنریلوں کا کام تھا جس کے لیے انھیں نہ جانے کتنی دشواریوں کا سامنا کرپڑا۔

مولانا عبدالشاہد شیروانی علامہ فضل حق خیرآبادی کی مجاہدانہ سرگرمیوں کے بارے میں لکھتے ہیں:

علامہ (فضل حق) سے جنرل بخت خان ملنے پہنچے۔ مشورہ کے بعد علامہ نے آخری تیر ترکش سے نکالا۔ بعد نماز جمعہ جامع مسجد (دہلی) میں علما کے سامنے تقریر کی، استفتا پیش کیا، مفتی صدرالدین آزردہ صدر دہلی، مولوی عبدالقادر، قاضی فیض اللہ دہلوی، مولانا فیض احمد بدایونی، ڈاکٹر مولوی وزیر خان اکبرآبادی، سید مبارک شاہ رام پوری نے دستخط کیے، اس فتویٰ کے شائع ہوتے ہی ملک میں شورش بڑھ گئی۔ دہلی میں نوے ہزار سپاہ جمع ہوگئی۔ [باغی ہندوستان، ۲۱۵، بحوالہ چند ممتاز علمائے انقلاب ۱۸۵۷ء]

علامہ فضل حق خیرآبادی کو دہلی واودھ وغیرہ کی انقلابی سرگرمیوں کی پاداش میں ۳۰/ جنوری ۱۸۵۹ء میں گرفتار کرکے لکھنؤ میں قید کردیا گیا اور پھر ۴/ مارچ کو مجرم قرار دے کر جزیرۂ انڈمان میں عمر قید کی سزا دی گئی، اور پھر آپ جن حالات اور جن مصائب ومشکلات سے دوچار ہوئے، وہ انتہائی انسانیت سوز ہیں۔

برطانوی ظالموں نے انقلاب ۱۸۵۷ء کے بعد شہزادہ فیروز شاہ، قاضی فیض اللہ کشمیری، امام بخش صہبائی، نواب مظفرالدولہ جیسے نہ جانے کتنے معزز علما وامرا کو تختہ دار پر لٹکادیا، یا انھیں گولیوں سے بھون ڈالا گیا اور دریائے شور (کالاپانی) کی تکالیف میں مبتلا کیا۔

سید اسماعیل حسین منیر شکوہ آبادی، مولانا مفتی عنایت احمد کاکوری، مفتی مظہر کریم دریابادی جیسے مشہور ومعروف علما کو بغاوت کے جرم میں جزیرۂ انڈمان (کالاپانی) کے حبس دوام کی سزا ہوئی، ہزاروں کو

شہید کیا اور نہ جانے کتنے بے گھر ہو کر دربدر کی ٹھوکریں کھاتے رہے۔

مولانا کفایت علی کافی مرادآبادی جو انقلاب ۱۸۵۷ء میں انگریزوں کے خلاف سینہ سپر رہے۔ آپ مرادآباد میں چلنے والی تحریک حریت کے قائدین میں پیش پیش تھے، جب مرادآباد میں انگریز حامی نواب رام پور کی بالادستی قائم ہوئی تو آپ نے انگریزوں کے خلاف فتویٰ جہاد جاری کیا اور اس کی نقلیں دوسرے مقامات پر بھجوائیں اور بعض مقامات پر آپ خود تشریف لے گئے اور ایسی داد شجاعت حاصل کی کہ جس سے انگریزوں کے دانت کھٹے کر دیے۔

۲۵؍اپریل ۱۸۵۸ء کو مرادآباد پر جب انگریزوں کا دوبارہ قبضہ ہوا تو مولانا کافی مرادآبادی اپنے مکان میں روپوش تھے کہ ایک نمک حرام کی مخبری کی وجہ سے آپ گرفتار کر لیے گئے۔ مولانا کی گرفتاری کے بعد فوراً ایک سرسری اور نمائشی کارروائی ہوئی اور پھر آپ کی پھانسی کا حکم سنایا گیا۔ مولانا کافیؔ حب الوطنی میں اس قدر مخلص اور پکے تھے کہ آپ کو جس وقت تختۂ دار کی سزا سنائی گئی، آپ نے بغیر گھبرائے اور خوف کھائے مسرت کے ساتھ حکم سنا اور اس کے لیے تیار ہو گئے، بلکہ جب انھیں تختۂ دار کی طرف لے جایا جا رہا تھا تو مولانا کافیؔ اپنی ایک تازہ نعت گنگناتے ہوئے خراماں خراماں تشریف لے جا رہے تھے۔ اس نعت کے چند اشعار یہ ہیں:

کوئی گل باقی رہے گا نہ چمن رہ جائے گا
پر رسول اللہ کا دین حسن رہ جائے گا
سب فنا ہو جائیں گے کافیؔ ولیکن حشر تک
نعت حضرت کا زبانوں پر سخن رہ جائے گا

مرادآباد جیل کے سامنے آپ کو پھانسی دی گئی اور بعد شہادت وہیں آپ کی تدفین بھی ہوئی۔

مختصر یہ کہ تاریخ ہند کے ہزاروں صفحات مسلم قائدین وعلمائے دین کی قربانیوں، ان کی جانفشانیوں اور خونی معرکہ آرئیوں سے رنگین ہیں، جس کا حق یہ تھا کہ نسل نو کو ان کی خونی داستانوں اور زریں خدمات سے واقف کرایا جاتا، ان کی شجاعت وبہادری کے کارنامے بیان کیے جاتے، ان کی قربانیاں یاد دلائی جاتیں تا کہ ان کے اندر بھی اپنے وطن کے لیے سرفروشی اور شجاعت وبہادری کا جذبہ پیدا ہوتا، مگر آج آہستہ آہستہ تاریخی صفحات سے ان کے لائق تقلید کارناموں کو مٹانے کی ناپاک کوشش کی جارہی ہے۔

آج مسلمانوں کی قربانیوں کو یکسر نظر انداز کر کے ملک میں ان کے لیے عرصۂ حیات تنگ کیا جارہا ہے۔ بات بات پر ملک چھوڑ کر چلے جانے کی دھمکیاں دی جاتی ہیں۔ لیکن انھیں اچھی طرح معلوم ہونا چاہیے کہ یہ وہی ملک ہندوستان ہے، جسے ظالم وجابر برطانوی سامراج کے جبر واستبداد اور ان کی چیرہ دستی سے آزاد کرانے کے لے ہمارے آباواجداد نے نہ صرف ضرب وحرب حبس وقید کی جانکاہ سزائیں برداشت کیں بلکہ بصد خلوص پھانسی کے پھندے کو بھی چوما ہے۔ یقیناً اس ملک کی آبیاری میں ہمارے باپ داداؤں کا خون اور ان کی لازوال قربانیاں شامل ہیں۔ یہ ملک ہمارا ہے اور ہم اس ملک کے برابر کے شہری ہیں، مگر **آج ہماری مسجدوں، مدرسوں اور خانقاہوں کو نشانا بنایا جارہا ہے، کہیں ہجومی دہشت گردی، کہیں گاؤکشی اور کہیں جبری نعرہ بازی کے نام پر مسلمانوں کو شہید کیا جارہا ہے۔ گذشتہ دنوں مظفر نگر کے بے قصور اور مظلوم مسلمانوں کے ساتھ جو بہیمانہ اور وحشیانہ سلوک کیا گیا، وہ جگ ظاہر ہے۔ حملہ "لو جہاد" کے نام پر جو کچھ شرمناک اور گھنوانے کارنامے انجام دیے گئے، وہ کسی سے مخفی نہیں اور ابھی حالیہ دنوں میں جھارکھنڈ کے تبریز انصاری کے ساتھ جو ظالمانہ، بہیمانہ اور سفاکانہ حادثہ پیش آیا اور انھیں ہجومی تشدد کا نشانہ بنا کر موت کے گھاٹ اُتار دیا گیا، وہ نہ صرف مسلمانوں اور ہندوؤں کے خلاف تھا، بلکہ ایک انسانیت سوز اور دل دوز واقعہ تھا جس کا اثر لوگوں کے ذہن ودماغ سے ختم ہونے کا نام نہیں لے رہا ہے۔** یہ چند واقعات بطور نمونہ پیش کیے گیے ورنہ آج پورا ملک مسلم دشمنی کی آگ میں جل رہا ہے۔ ہر طرف خوف وہراس کا ماحول ہے، عصبیت کا دَور دورہ ہے، کہیں قتل وغارت گری، کہیں مار پیٹ تو کہیں مذہبی عبادت گاہوں پر حملے کے ناپاک منصوبے غرض کہ ہر ممکنہ طریقے سے آج مسلمانوں کو ظلم وستم اور نقصان پہنچانے کی منصوبہ بند سازش رچی جارہی ہے، یہاں تک کہ ان سے حق رائے دہی تک کی بات کہ کر انھیں دوسرے درجے کے شہری کی طرح زندگی گذارنے پر مجبور کرنے کی باتیں کہیں جاتی ہیں۔

ایسے پر آشوب حالات میں مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اپنے مذہبی اختلافات کو اپنی جگہ برقرار رکھتے ہوئے بنام مسلم ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو کر اپنی جمعیت کا مظاہرہ کریں اور اللہ کی ذات پر بھروسہ کر کے اپنے آباواجداد کے نقش قدم پر چل کر ہر شعبۂ حیات میں آگے بڑھنے کی کوشش کریں۔ ☆ ☆ ☆

مفتی اعظم بندیل کھنڈ/ولی کامل

تبصرہ نگار: محمد ابوہریرہ رضوی مصباحی (رام گڑھ)

نام کتاب: مفتی اعظم بندیل کھنڈ
مصنف: ڈاکٹر افضل مصباحی
سن اشاعت: ۲۰۱۸ء
صفحات: ۲۰۰
قیمت: ۲۰۰
مطبع: عرشیہ پبلی کیشن، نئی دہلی

زیر تبصرہ کتاب "مفتی اعظم بندیل کھنڈ" عصری تعلیم میں نوجوانوں کے آئیڈیل، مشہور و معروف صحافی، ممتاز قلم کار، نیز دینی وعصری علوم سے آراستہ، ساگر یونیورسٹی مدھ پردیش میں شعبہ اردو کے استاد، جناب ڈاکٹر افضل مصباحی کی تصنیف ہے۔ اس کتاب میں انھوں نے اپنے گاؤں "ہریوہ ضلع سہرسہ" کے مفتی محمد حبیب الدین مصباحی عزیزی کی سوانح حیات کو یک جا کرنے کی کوشش کی ہے۔

مفتی محمد حبیب الدین مصباحی عزیزی ایک زبردست عالم دین اور صاحب تقویٰ بزرگ کا نام ہے، آپ نے ابتدائی تعلیم دارالعلوم قادریہ سربیلہ سہرسہ (بہار) سے شروع کی، اسی اثنا میں آپ کے والد بزرگوار کا سایہ سر سے اٹھ گیا، اس صدمہ نے آپ کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا، ایسے حالات میں بھی آپ نے تعلیم کا سلسلہ جاری رکھا اس موقع پر آپ کی والدہ اور بڑے بھائی آپ کی رہنمائی کرتے رہے، مذکورہ مدرسہ میں فوقانیہ تک کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد مدرسہ فیض العلوم جشید پور اپنے ساتھیوں کے ساتھ چلے گئے اور دو سال یہاں رہ کر تعلیم حاصل کی، پھر اعلیٰ تعلیم کے لیے ملک کے مشہور ادارہ جامعہ اشرفیہ مبارک پور کا رخ کیا اور یہاں حضور حافظ ملت شاہ عبد العزیز محدث مرادآبادی علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں رہ کر تعلیم و استفادہ کا موقع ملا، فطری ذہانت اور تعلیم سے غیر معمولی لگاؤ کے بنا پر جلد ہی حضور حافظ ملت کے چہیتے شاگردوں میں آپ کا شمار ہونے لگا۔

قدرے تعارف کے لیے اس موقع پر خود تذکرہ نگار ڈاکٹر افضل مصباحی کی تحریر نقل کرنا مناسب ہوگا، وہ لکھتے ہیں:

دوران تعلیم مفتی محمد حبیب الدین اپنی محنت اور لگن کی بدولت اپنے استاذ محترم (حضور حافظ ملت) کا دل جیت چکے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ۱۹۶۷ء میں حافظ ملت علیہ الرحمہ کے پاس ابھی بخاری شریف (فضیلت کے سال) کے چند اسباق ہی ہوئے تھے کہ بندیل کھنڈ کے مرکزی ادارہ دارالعلوم ربانیہ، باندہ کے سرپرست اعلیٰ، تلمیذ صدر الشریعہ حضرت مولانا سید مظہر ربانی صاحب (بڑے حضرت) نے حافظ ملت کی بارگاہ میں حاضر ہو کر ایک ایسے شاگرد کا مطالبہ کیا، جس کے اندر علمی لیاقت کے ساتھ ساتھ تقویٰ و پرہیزگاری، خلوص و للّٰہیت اور ادارے کے انتظامی معاملات کو سنبھالنے کی صلاحیت پائی جاتی ہو، ساتھ ہی وہ شیخ الحدیث کے عہدے پر بھی فائز ہو سکتا ہو۔ مولانا سید مظہر ربانی کی شرطوں کو سننے کے بعد حافظ ملت علیہ الرحمہ تھوڑی دیر خاموش رہے۔ پھر آپ نے اپنے شاگردوں کی طرف ایک نظر دوڑائی اور فرمایا مولانا حبیب الدین! جایئے، تیار ہو جایئے، سید صاحب کے ساتھ باندہ جانا ہے! اس طرح حافظ ملت کی نگاہ مفتی حبیب الدین پر جا کر رک گئی۔ مفتی حبیب الدین کو درس گاہ سے ہی اٹھا کر مولانا سید مظہر ربانی کے ساتھ بھیج دیا۔ یہ واقعہ شوال کا ہے۔ (مفتی اعظم بندیل کھنڈ، ص: ۲۴)

اب آپ ان کی شخصیت سے بخوبی واقف ہو گئے ہوں گے، اور پھر ڈاکٹر افضل مصباحی صاحب جیسی شخصیت کا کسی کی سوانح لکھنا خود صاحب تذکرہ کے عالی شان ہونے کا اشارہ دیتا ہے، واقعی وہ مفتی اعظم بندیل کھنڈ تھے۔ ان کی ذات سے متاثر ہو کر ڈاکٹر افضل مصباحی نے جامعہ اشرفیہ میں داخلہ لیا اور آج علمی دنیا میں ان کی اپنی ایک الگ پہنچان بن گئی ہے، اس میں بھی کہیں نا کہیں مفتی اعظم بندیل کھنڈ کا حصہ رہا ہے۔

ضرورت تھی کہ مفتی حبیب الدین مصباحی عزیزی کی سوانح حیات کو دنیا کے سامنے لایا جائے چناں چہ اس کے لیے ڈاکٹر صاحب نے تگ و دو کی اور ان کی سوانح کو جمع کیا۔

اس کتاب میں ایک نئی چیز جو بہت کم کتابوں میں دیکھنے کو ملتی ہے یہ ہے کہ، مفتی صاحب کی سوانح اردو اور ہندی دونوں زبانوں میں جمع کرنے کا التزام کیا گیا ہے، اردو میں ۹۰ صفحات اور ہندی میں ۱۱۰ صفحات ہیں کل ملا کر دو سو صفحات پر مشتمل یہ کتاب ہے۔

کتاب کے شروع میں مصنف ایک نظر میں ڈاکٹر افضل مصباحی صاحب کی مختصر سوانح موجود ہے۔ اس کے بعد مشمولات کی فہرست ہے، صفحہ نمبر ۶/ پر مفتی حبیب الدین مصباحی عزیزی ایک نظر میں، جس میں مختصر انداز میں ان کی سوانح درج ہے، ص: ۱۰ پر ڈاکٹر افضل مصباحی نے وجہ تصنیف بیان فرمائی ہے، صفحہ پندرہ سے لے کر بیس تک ہم عصروں کی آرا کے نام سے تاثرات موجود ہیں جن میں خصوصیت کے ساتھ مفتی صاحب کے ساتھیوں میں علامہ یاسین اختر مصباحی (دارالقلم دہلی) اور نصیر ملت علامہ نصیر الدین مصباحی (سابق استاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور) کے تاثرات شامل ہیں۔

کل ملا کر یہ کتاب تین باب پر مشتمل ہے، باب اول میں حیات، باب دوم میں کارنامے اور باب سوم میں کلمات تحسین موجود ہیں جن میں مفتی صاحب کے احباب نے ان کی زندگی کو جیسا دیکھا ہے ویسا تحریر فرمایا ہے۔

اس کتاب سے ایک اقتباس نذر قارئین کر رہا ہوں جس سے کچھ لوگوں کو سیکھنے کا موقع مل سکتا ہے اور اماموں کی اہمیت کا اندازہ بھی۔

”آپ بیشتر اوقات صف اول میں رہتے۔ ہریوہ گاؤں کی مسجد میں جو بھی امام ہوتے ان کی اقتدا میں پنج گانہ اور عیدین کی نماز ادا کرتے تھے۔ جس زمانے میں ہریوہ کی مسجد میں کوئی امام متعین نہیں تھے تو مفتی صاحب گاؤں میں قیام کے دوران نماز پنج گانہ کی امامت فرماتے تھے۔ نماز عیدین کی امامت بھی مفتی صاحب ہی فرماتے تھے۔ پچھلے کچھ برسوں سے مسجد کی انتظامیہ کمیٹی نے امام متعین کر رکھا ہے۔ چناں چہ مفتی صاحب پنج گانہ اور عیدین کی نماز انھی کی اقتدا میں ادا کرتے تھے۔ امام صاحب کوشش بھی کرتے کہ مفتی صاحب عیدین کی امامت فرمادیں تو مفتی صاحب خطاب فرمانے کے بعد صرف نماز کا طریقہ بتا کر امام صاحب کو امامت کے لیے آگے بڑھا دیتے تھے۔ اس سے ان کا ایک مقصد یہ پیغام بھی دینا ہوتا تھا کہ کسی کو بھی کسی دوسرے کے فرائض کی ادائیگی میں دخل اندازی نہیں کرنی چاہیے۔ گرچہ ان کی موجودگی میں لوگوں کی دلی خواہش ہوتی تھی کہ مفتی صاحب کم از کم عیدین کی امامت فرمادیں، لیکن انھوں نے مستقل امام کے حق کو برتر جانا۔“ (مفتی اعظم بندیل کھنڈ، ص: ۳۰)

ڈاکٹر افضل مصباحی صاحب قابل مبارک باد ہیں کہ انھوں نے مفتی صاحب کی سوانح کے کچھ باب جمع کر دیے ضرورت ہے کہ ان کے احباب بقیہ معمولات زندگی کو بھی منظر عام پر لائیں اور ان کے کارنامے سے لوگوں کو روشناس کرائیں تاکہ ان کی زندگی کو پڑھ کر لوگوں کو اس پر عمل کرنے کی ترغیب ملے۔ ٹائٹل اور کاغذ عمدہ ہے، پروف کی غلطیاں بہت کم ہیں، چوں کہ ڈاکٹر صاحب کو قلمی میدان میں کام کرنے کا اچھا خاصا تجربہ بھی ہے اس لیے انھوں نے کتاب کو بہتر انداز میں چھاپنے کا اہتمام کیا ہے۔

مفتی اعظم بندیل کھنڈ یہ ایک غیر معروف لقب ہے، جس کی وجہ سے ٹائٹل پیج دیکھ کر اول نظر میں یہ سمجھنا آسان نہیں کہ اس کے اندر حضرت مفتی حبیب الدین مصباحی کی حیات زندگی کے گوشوں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ سو اس لقب کے ساتھ ہی ذرا نسبتاً باریک خط میں صاحب تذکرہ کا نام بھی لکھا ہوتا تو قارئین کے لیے سہولت کا باعث ہوتی۔ امید ہے آئندہ ایڈیشن میں اس پر توجہ دی جائے گی۔ ☆☆

نام کتاب:	ولی کامل
مصنف:	محمد انور علی سہیل فریدی
صفحات:	۳۲۸
اشاعت:	۲۰۱۹ء
قیمت:	۲۵۰
ناشر:	محمد صہیب فریدی، بابا فرید ہاؤس، سنت نگر ایکس ٹنشن، تلک نگر، نئی دہلی
تبصرہ نگار:	محمد ابوہریرہ رضوی مصباحی (رام گڑھ)

تذکرہ نگاری کا فن بڑا پرانا ہے اور اثر انگیز بھی، اس سے جہاں کامیاب لوگوں کی زندگی پڑھنے کو ملتی ہے وہی ان سے کچھ کر گزرنے کا جذبہ بھی پیدا ہوتا ہے، پڑھنے والے کے لیے اس میں بہت کچھ ہوتا ہے بس مطالعہ کی ضرورت ہے۔

زیر مطالعہ کتاب "ولی کامل" بھی ایسی ہی کتابوں میں سے ایک ہے، اس کے مصنف صوفی شاہ محمد انور علی سہیل فریدی، سجادہ نشیں خانقاہ آبادنیہ فریدیہ بدایوں شریف ہیں۔

اس کتاب میں انھوں نے اپنے خانوادے کی دو عظیم شخصیتوں (اپنے دادا حضرت قطب سہرسہ شاہ جعفر علی فریدی اور اپنے والد محترم حضرت قطب بدایوں مفتی شاہ محمد ابراہیم فریدی) کا تذکرہ بڑی

تفصیل سے لکھا ہے، ساتھ ہی اپنے خانوادے کے دیگر افراد کے حالات بھی مختصراً شامل کیے ہیں۔

کتاب کے مطالعے سے پتہ چلا کہ اس میں مذکورہ دونوں شخصیات کے خلفاکی مختصر سوانح بھی موجود ہے۔

کتاب کا نام "ولی کامل" ہے،اس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ کسی ایک بزرگ کی سوانح اس میں ہے، مگر دو شخصیتوں کا اچھا خاصا ذکرِ جمیل ہے، پھر سکنڈ ٹائٹل پیج پر صرف ایک ولی کامل کا نام موجود ہے،اور وہ بھی ان کا جن کی سوانح بعد میں ہے، پہلے ان کے والدکی سوانح موجود ہے،یعنی مصنف کے والد کا نام سکنڈ پیج پر ہے اور دادا کا نام سروق سے بالکل غائب ہے، جب کہ پہلے دادا کا نام پھر نیچے صاحبزادے کا نام ہونا زیادہ مناسب تھا ۔

پھر مصنف نے اپنے والد محترم کا نام بہت عمدہ طریقے سے سکینڈ ٹائٹل پیج پر القاب وآداب کے ساتھ لکھاہے، جس سے اول وقت میں کتاب ہاتھ میں لینے کے بعد لگتاہے کہ یہ صرف ان کے والدمحترم کی سوانحی کتاب ہے،ان دونوں قسم کی باتیں سامنے رکھ کریہ فیصلہ آسان ہوجاتا ہے کہ اصل کتاب کا نام رکھنے میں مزید غور وفکر کی حاجت تھی، جونہ ہوسکی ہے ۔

بہرکیف !خصوصیات کی طرف نظر کریں تو یہ نظر آئے گا کہ یہ کتاب تاثرات اور تقریظات کے نام پر مدح سرائی وغیرہ سے بالکل پاک ہے، جبکہ آج کے دور میں چھوٹی سی چھوٹی کتاب پر تاثرات وغیرہ کی بھرمار ہوتی ہیں،اس میں ایسا کچھ بھی نہیں ہے۔

کتاب کی ابتدا فہرست سی ہورہی ہے، اس کے بعد قطعہء تاریخ از پروفیسر طلحہ رضوی برق شامل ہے ۔

صفحہ نمبر۱۹سے قلم گوید کے عنوان سے مصنف نے کتاب کے لانے کا مقصد بیان کیا ہے۔آپ بھی اسے پڑھتے چلیں: "زمانۂ جدید میں ضرورت اس بات کی ہے کہ ان (مذکورہ شخصیات) کی علمیت، بزرگی، خداترسی اور بے لوث خدمت کواجاگر کیاجائے تاکہ زمانہ ان کی پرشریعت وطریقت زندگی سے واقف اور اسلاف کے نقش قدم پر چل کر کامیابی کی منزل سے ہم کنار ہو۔ ان حضرات (برادران طریقت) کا اصرار پیہم بڑھتا گیا۔ احقر (انور علی سہیل فریدی) کو بھی احساس ہواکہ جس اللہ کے ولی اور عالم دین نے ساری زندگی خدمت خلق دین کی تبلیغ مریدین کی تلقین اور خداکی خوشنودی حاصل کرنے میں گزاری اس کے حالات زندگی تحریر کرنا اور لوگوں کو واقف کرانا کار ثواب اور باعث نزول رحمت ہے کہ صالحین کے ذکر میں رحمتوں کا نزول ہوتا ہے۔(ولی کامل،ص:۲۰)

اس کتاب میں چوں کہ دو بزرگوں کا تذکرہ بہت زیادہ ہے اس لیے انھوں نے پہلے اپنے داد بزرگ پہ لکھا ہے، اور اس کے لیے انھوں نے سات باب باندھے ہیں، پہلے باب میں قطب سہرسہ عارف باللہ حضرت شاہ جعفرعلی فریدی کی پیدائش، خاندان، تعلیم، بیعت وخلافت خدمت خلق، دعوت وتبلیغ وغیرہ کا تذکرہ ہے، دوسرے باب میں خرق عادات امور (کرامت) مذکورہیں ۔

آپ صاحب کرامت بھی تھے اور اس سلسلے میں ایک کرامت نذر قارئین کر رہاہوں :آپ سمستی پور میں مکان کے باہری کمرے میں ذکرمیں مشغول تھے۔رات کے بارہ بجے ایک دیو قامت ڈراؤنی صورت نے آواز دی آپ باہر تشریف لائے پوچھاتم کون ہو اس وقت کیسے آئے ہو۔ اس نے عرض کیا میں ہیضہ اور طاعون کی بیماری ہوں آپ علاقہ کے قطب ہیں اجازت لینے آیاہوں۔اس علاقہ میں رہنا چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایانہیں ہم یہاں ہیں اس علاقہ میں رہنے کی اجازت نہیں دیں گے ،عرض کیاکہاں جاؤں ؟فرمایافلاں بستی میں چلے جاؤ صبح کو اس بستی میں ہیضہ و طاعون پھیل گیا، کافی لوگ ہلاک ہوئے،سمستی پور محفوظ رہا۔(ولی کامل، ص:۷۳)

تیسرے باب میں حلقہ ذکر۔

چوتھے باب میں مکتوبات کا ذکرہے، چوں کہ آج کی طرح پہلے انٹرنیٹ کا زمانہ نہیں تھا، ہمارے بزرگوں نے دعوت وتبلیغ کے لیے مکتوبات کا سہارا بھی لیاہے،اس سلسلے میں مشہور زمانہ کتابیں مکتوبات صدی،دوصدی، مکتوبات امام ربانی،وغیرہ کانام لیاجاسکتاہے، چناں چہ حضرت قطب سہرسہ نے بھی دعوت وتبلیغ کے لیے خط کاسہارالیاہے۔

پانچویں باب میں حضرت کے وصال پرملال، آستانہ جعفری کی تعمیر،تعزیت نامہ،کلمات تعزیت،قطعات اردووفارسی موجودہے۔

چھٹویں باب میں قطب سہرسہ کے آٹھ خلفا کاتذکرہ ہے۔

ساتویں باب میں خانوادہ کا بیان ہے، جس میں آپ کے خسر، آپ کی اہلیہ اور چھوٹے صاحبزادے کا ذکرہے۔

صفحہ ۹۵/ سے تذکرہ نگار کے والد حضرت قطب بدایوں مفتی شاہ محمد ابراہیم فریدی کاتفصیلی تذکرہ شروع ہورہاہے۔

پہلے باب میں ولادت، تعلیم وتربیت، بدایوں آمد، مدرسہ شمس العلوم میں آمد، فتاویٰ، اردو کی خدمت، وعظ وتقریر اور نکاح

خوانی وغیرہ کا بیان ہے۔ اس باب میں نس بندی پر فتویٰ کا ایک عنوان بھی قائم فرمایا ہے، نس بندی کے سلسلے میں جب حکومت کا یہ دباؤ بن رہا تھا کہ عورتیں نس بندی کرائیں، ایسے وقت میں حکومت سے ٹکرانے والی شخصیتوں میں خصوصیت کے ساتھ حضور مفتی اعظم ہند اور صدر الافاضل کا تذکرہ ضرور آتا ہے، حضرت مفتی محمد ابراہیم فریدی علیہ الرحمہ نے بھی مذکورہ بزرگوں کی پیروی کرتے ہوئے نس بندی کے خلاف فتویٰ دیا، پیش ہے مفتی صاحب کے دلیرانہ فیصلے کی ایک جھلک:

اندارا گاندھی کے دور حکومت کے ایمرجنسی میں نس بندی کا زور تھا۔ سنجے گاندھی کا اقتداری دور تھا۔ کسی نے حکومت کے دباؤ میں فتوٰی دیا کسی نے کتاب لکھی، کسی نے تقریر کی۔ بحیثیت مفتی بدایوں، کلکٹر اور ایس پی بعد نماز جمعہ فتویٰ لینے کے لیے آئے۔ آپ نے بے خوف و خطر اسلامی رعب کے ساتھ نس بندی آپریشن ناجائز ہے کا فتویٰ دیا اور کہا اسلام میں نس بندی جائز نہیں ہے۔ ہم حکومت کے فیصلہ سے اتفاق نہیں کرتے اسلامی قوانین حکومت کے قانون سے بالاتر ہیں۔ شریعت میں ردو بدل نہیں ہوتی۔ گفتگو کے دوران شان فاروقی نمایاں تھی، کلکٹر اور ایس پی کی ہمت نہ ہوئی کہ کچھ کہہ سکیں سکتہ میں آگئے۔ خاموشی اختیار کی اور شکریہ کہہ کر واپس چلے گئے۔ عوام اور اہلِ محلہ نے کہا مفتی صاحب گرفتار ہو جائیں گے، آپ مطمئن رہے خدا کے فضل سے کچھ نہیں ہوا۔ (ولی کامل، ص:۱۱۰)

دوسرا باب تصنیف و تالیف کے لیے خاص ہے۔

تیسرے باب میں شعری ذوق و سخن کا تذکرہ ہے۔

چوتھے باب میں متعدّد مقامات سے بلاوا کا ذکر ہے، اسی باب میں آپ کے شاگردوں کے نام کی فہرست درج ہے۔ پانچویں باب میں سرگرمیاں، جس میں آل انڈیا سنی کانفرنس بنارس، بہار سنی کانفرنس، سربیلہ بستی، خانقاہ سربیلہ۔ کل بہار فریدی کانفرنس راٹن، سنی کانفرنس بدایوں اور مساجد کی آباد کاری کا بیان ہے۔ ان کانفرنسوں اور مساجد کے لیے آپ نے بڑی محنت کی ہے۔

چھٹویں باب میں بیعت و خلاف کا بیان ہے جس میں بیعت کے سلسلے میں تفصیلی بحث کی گئی ہے۔ ساتویں باب میں اویسی نسبت کا ذکر ہے۔ اس میں بارہ نسبتوں کا تذکرہ ہے۔ اور ہر نسبت اپنی جگہ پر ممتاز ہے۔

آٹھویں باب میں مفتی صاحب کے کشف و کرامت کا ذکر جمیل ہے، جس کی تعداد اچھی خاصی ہے۔ نویں میں اسفار کا بیان ہے۔ تذکرہ نگار لکھتے ہیں:

والد حضرت نوراللہ مرقدہ کا مزاج گوشہ نشیں تھا۔ بدایوں سے باہر کا سفر کم کرتے۔ گوشہ نشینی کے باوجود ضرورت کے تحت سفر کیے۔ یہ سفر سیر و تفریح کے لیے نہ تھے۔ سفر کا مقصد احیائے دین فروغ سلسلہ اور تعلیم و تربیت وابستگان سلسلہ عالیہ تھا۔ (ولی کامل، ص:۱۹۸)

دسواں باب آخری سفر وصال پر مشتمل ہے۔ اسی میں شعرائے کرام نے منظوم خراج عقیدت پیش کیا ہے۔

گیارہویں باب میں آپ کے خلفا کا ذکر ہے جس میں ان کی مختصر سوانح درج ہے۔

بارہواں باب آپ کے خانوادہ کے لیے مختص ہے، اس میں آپ کی زوجہ محترمہ کی مختصر حالات زندگی اور ان کے والد یعنی مفتی صاحب کے سسر سمیت آٹھ لوگوں کا بھی ذکر ہے۔

تیرہویں باب میں عرس فریدی کا بیان ہے۔ چودہویں باب کو شجرات طریقت کے لیے خاص کیا گیا ہے۔ پندرہویں باب کو منظوم شجرات طریقت کے لیے مختص کیا گیا ہے۔ پھر انفرادی طور پر سولہویں، سترہویں، باب میں بالترتیب اسناد تدریس اور اور تعلیمات آبادانیہ کا ذکر جمیل ہے۔ آخری صفحات میں مصنف کی تصنیفات کا تعارف ہے۔ اس کے بعد عکس تحریر قطب بدایوں شاہ۔ محمد ابراہیم فریدی موجود ہے۔ یہ کتاب کل ۳۲۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ ہر باب کے تحت آغاز میں مصنف نے جامع تبصرہ بھی لکھا ہے۔

اس تصنیف کے لیے حضرت صوفی شاہ محمد انور علی سہیل فریدی پورے خانوادے اور اس سلسلے سے وابستگان حضرات کی جانب سے بہت ساری مبارکبادیوں کے مستحق ہیں، یہاں پر اگر کوئی لطف کی بات کہوں تو یہ ہو سکتی ہے کہ آج کے دور میں وہ بھی کسی پیر صاحب کے ذریعے کسی تصنیف کا منظر عام پر آنا کسی کرامت سے کم نہیں ہے، ویسے بھی آپ کے خانوادے میں کرامت کا صدور ہونا کوئی تعجب کی بات نہیں۔

اس کتاب کو سلیقہ سے سنوارنے اور سجانے کی بھرپور کوشش کی گئی ہے، دیدہ زیب ٹائٹل نے ظاہری حسن کو اور بھی نکھار دیا ہے، کاغذ بھی عمدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ مصنف کے کاوش کو قبول فرمائے اور اس سوانح سے عامۃ المسلمین کو ستفادہ کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ ☆☆☆

دعا و نعت

دعا

کر دے کرم خدایا! تیرا ہی آسرا ہے

امت کو اے خدایا! تیرا ہی آسرا ہے
شیرازہ اس کا بکھرا تیرا ہی آسرا ہے

دل خون رو رہا ہے رنجور ہو رہا ہے
حالات نے ستایا تیرا ہی آسرا ہے

دشمن ملے ہوئے ہیں جنگ پر تلے ہوئے ہیں
چاروں طرف سے گھیرا تیرا ہی آسرا ہے

غیروں نے ظلم توڑا اپنوں نے ساتھ چھوڑا
دے دے تو ہی سہارا تیرا ہی آسرا ہے

پھر سے کوئی عمر دے اعدا کی جو خبر لے
آ کر کرے سدھارا تیرا ہی آسرا ہے

بندوں کو اپنے دے دے اسباب زندگی کے
ظلم و ستم نے مارا تیرا ہی آسرا ہے

کرتا ہے التجا اب تیرا عبیدؔ یا رب!
کر دے کرم خدایا! تیرا ہی آسرا ہے

از: **اویس رضا قادری** غفرلہ

نعت پاک

خدائے لم یزل کے رحمت و انوار کا پرچم
بلندی پر نمایاں ہے مرے سرکار کا پرچم

ہیں پڑھتے دیکھ کر کلمہ عرب کے کافر و مشرک
محمد مصطفیٰ کے دل نشیں کردار کا پرچم

نکاح و عقد بیوہ سے مرے سرکار نے کر کے
اٹھایا عورتوں کے منصب و میعار کا پرچم

بلا کر عرش اعظم پر خدائے پاک نے دیکھو
دیا محبوب کو اپنے وہاں دیدار کا پرچم

اٹھایا دوش پر بار نبوت جس گھڑی اپنے
بلندی پر کیا رب نے رفیق غار کا پرچم

نبی پر جب عمر ارقم کے گھر ایمان لائے ہیں
گرا ہے کفر و باطل کے در و دیوار کا پرچم

گواہی حضرت عثماں کی اس سے بڑھ کے کیا ہوگی
سجا قرآن پر ان کے لہو کی دھار کا پرچم

ہزاروں قلعۂ خیبر فتح کرلوں علی بولے
"مرے ہاتھوں میں جب تک ہے مرے سرکار کا پرچم"

کیا شبّیر نے سجدہ وہیں پر رب اکبر کا
لیے تھے دیں کے دشمن جس جگہ تلوار کا پرچم

قمرؔ نے جو عقیدت سے کہے ہیں شان میں ان کی
خدا مقبول کر لے عشق کے اظہار کا پرچم

قمر جیلانی خان
قصبہ ٹانڈہ امبیڈکر نگر

وفیات

اے مفتیٔ مالوہ! آپ کی عظمتوں کو سلام

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم. شہر اندور مالوہ کی سرزمین ابھی جلد ہی فدائے مفتیٔ اعظم ہند، شیخ الحفاظ حضرت حافظ وقاری الحاج غفران احمد رضوی علیہ الرحمہ و خطیب مالوہ، مناظر اہلسنت، حضرت علامہ مولانا محمد حامد رضا علیہ الرحمہ اور والد بزرگوار صوفی الحاج سید مختار علی رضوی حسن آبادی ثم اندوری کی المناک جدائی پر ماتم کناں تھی کہ آبروے اہل سنت، خلیفہ حضور مفتیٔ اعظم ہند، حبیب العلماء، حضرت علامہ الشاہ الحاج مفتی محمد حبیب یار خان قادری (محمد میاں (المعروف مفتیٔ مالوہ علیہ الرحمہ) کے ظاہری فیوض وبرکات سے محروم ہوگئے، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

مفتیٔ مالوہ شہر اندور کے محلہ جونا رسالہ میں 27 ستمبر 1947 ء میں پیدا ہوئے۔

ابتدائی تعلیم اندور ہی میں حاصل کی۔ آپ نے جامعہ عربیہ ناگپور اور جامعہ حبیبیہ الہ آباد یوپی اور جامعہ امجدیہ رضویہ ناگپور میں خلیفہ مفتیٔ اعظم ہند، حضور مفتیٔ اعظم مہاراشٹر علامہ الشاہ مفتی غلام محمد خان اشہر علیہ الرحمہ و اشرف الفقہاء حضور مفتی محمد مجیب اشرف صاحب قادری برکاتی بانی ادارہ کے زیر سایہ فضیلت وتربیت افتا کیا اور اندور مالوہ کی سرزمین سے علم وعمل اور فکر وفن کی بلندیوں پر پہنچ کر شہرہ آفاق ہوگئے میرے لیے مفتی مالوہ کیا تھے، اور ان کی کیا کیا عنایتیں اور نوازشیں میرے اوپر تھیں۔ میری تعلیم وتربیت پر ان کے حکم ومشورے کی کیا قدر وقیمت تھی۔ اس کا اندازہ اب ہورہا ہے کہ ہمارے خاندان میں ایک درجن سے زائد علما وحفاظ وقرا خدمت دین میں مصروف ہیں یہ سب مفتی مالوہ اور بزرگوں کا فیضان ہے۔

زمانہ طالب علمی میں حضرت مفتی مالوہ کے زیر سایہ رہ کر ناچیز نے حضرت کو بہت قریب سے دیکھا ہے۔ آپ کا سینہ مسلک اعلی حضرت کی محبت سے لبریز تھا، آپ کے پاس وہ حساس اور درد مند دل تھا جو خدمت دین اور خدمت خلق کے لیے ہمیشہ دھڑکتا رہتا تھا، اہل سنت و جماعت کی بے لوث خدمت اور خدمت دین کی تڑپ میں نے مفتی مالوہ علیہ الرحمہ کی ذات مبارکہ میں بارہا دیکھی، ملک کے مختلف علاقوں میں جانا ہوا، جو بات مفتی صاحب میں تھی وہ کسی اور میں ڈھونڈے سے نہیں ملتی۔ تقریبًا نصف صدی امامت وخطابت وصدارت کے فرائض انجام دیتے ہوئے گزاری۔ شہزادہ اعلی حضرت، تاجدار اہل سنت حضور مفتیٔ اعظم ہند علیہ الرحمہ کے لگائے ہوئے چمن "مرکز اہل سنت دارالعلوم نوری" اور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ سے مفتیٔ مالوہ کو عشق کی حد تک لگاو تھا۔ کئی بار حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ اندور مالوہ تشریف لائے اور آپ نے اپنی شاگردی وشرف بیعت وخلافت واجازت سے نوازا۔

میں کہتا ہوں کہ کسی شخص کے اخلاص عمل اور بے لوث محبت کا صحیح اندازہ کرنا ہو تو چند روز اس کے ساتھ قیام کر لیا جائے یا کبھی ہم سفر ہولیا جائے۔

راقم نے متعدّد بار سفر وحضر میں مفتی مالوہ علیہ الرحمہ کے ساتھ رہا کہ برادر اکبر استاذ الحفاظ حضرت حافظ سید اختیار علی صاحب قادری دامت برکاتھم القدسیہ بانی و سربراہ اعلی دارالعلوم برکات سادات و جامعہ صغری کلیت البنات الرضویہ کے مرشد واستاذ تھے۔ ہر موڑ پر انھیں سراپا اخلاص اور بے کراں محبت وشفقت کا پیکر پایا۔ ایک بار مجھے رمضان المبارک میں کھجرانہ گاؤں کی جامع مسجد میں تراویح سنانے کے لیے کہا۔ جب عیدالفطر کے بعد بغرض تعلیم دارالعلوم وارثیہ لکھنؤ جانے سے پہلے ملاقات کے لیے حاضر ہوا۔ حضرت مفتی صاحب نے پوچھا کہ رمضان المبارک میں نذرانہ کیا پیش کیا گیا؟ میں نے عرض کی ۶۰۰۰ روپے. سن کر حیرت میں پڑ گئے اور فوراً مولانا نصیر الدین صاحب کو فون لگایا اور فرمایا آپ نے مولنا حافظ سید صابر علی نوری کا خیال نہیں رکھا۔ ارے بھائی یہ آل رسول اور طالب علم بھی ہیں، پورے سال کے خرچ کا ہی انتظام ہوجائے،

اسی لیے وہاں کا انتخاب کیا تھا، فوراً اپنی جیب خاص سے دو ہزار روپے مجھے نذرانہ دیا، ایسے مخلص سرپرست خال خال نظر آتے ہیں۔

ایک بار لکھنؤ شہر کی مرکزی درسگاہ دارالعلوم وارثیہ میں طلبہ کی انجمن ''النادی الاسلامی'' کا سکریٹری بنا تو جشن غوث الوریٰ رضی اللہ عنہ میں مہمان خصوصی کے طور پر حضرت مفتی مالوہ علیہ الرحمہ کو دعوت دی۔۔ مفتی صاحب لکھنؤ تشریف لائے اور مخدوم شاہ مینا علیہ الرحمہ و حضور حاجی وارث علی شاہ کی بارگاہ میں حاضری دی۔ جشن غوث الوری رضی اللہ عنہ میں۔ سیرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ پر خطاب فرمایا تو سارا مجمع نعرہ لگانے پر مجبور ہو گیا اور ہر طرف سے آواز آرہی تھی مفتی مالوہ زندہ باد، زندہ باد، زندہ باد۔ فیضان مفتی اعظم ہند زندہ باد زندہ باد شہر لکھنؤ کے علماء و مشائخ کی زبان سے یہی نکل رہا تھا کہ خلیفہ مفتی اعظم ہند کے علم و عمل اور حسن و جمال کا یہ عالم ہے تو سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کی کیا شان ہوگی۔ دارالعلوم وارثیہ کے تمام اساتذہ آج بھی محبت و عقیدت سے مفتی مالوہ علیہ الرحمہ کو یاد کرتے ہیں۔

جب میں مادر علمی الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ یوپی میں زیر تعلیم تھا، مفتی مالوہ مفتی حبیب یار خان قادری علیہ الرحمہ دارالعلوم نوری کے زیر اہتمام فقہی سمینار کی دعوت دینے تشریف لائے اس وقت میں محقق مسائل جدیدہ مفتی محمد نظام الدین رضوی مصباحی صدر شعبہ افتا کی خدمت میں تربیت افتا لے رہا تھا، جیسے ہی یہ خبر موصول ہوئی کہ خلیفہ مفتی اعظم ہند، مفتی مالوہ صاحب قبلہ تشریف لائے ہیں، جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے باوقار علما و اساتذہ کرام و طلبہ زیارت کے لیے جمع ہو گئے، ہر طرف سے یہی آواز آرہی تھی کہ مفتی مالوہ مفتی حبیب یار خان صاحب قادری کتنے خوبصورت اور باعمل ہیں، میں اشرفیہ میں حضرت ہی کی خدمت میں تھا۔ مفتی صاحب علیہ الرحمہ نے مفتی نظام الدین رضوی مصباحی صاحب قبلہ صدر شعبہ افتا اور سربراہ اعلی شہزادہ حضور حافظ ملت حضرت علامہ الشاہ الحاج عبدالحفیظ عزیزی صاحب قبلہ سے میرے بارے میں کہا کہ مولانا سید صابر علی مصباحی آپ کی سرپرستی و تربیت میں رہ کر کام کے ہو جائیں گے مجھے امید ہے کہ ان کے ذریعہ اسلام و سنیت کا کام ہوگا۔

میرے اساتذہ کرام و طلبہ جنھیں معلوم نہیں وہ مجھ سے کہہ رہے تھے کہ آپ کے والد گرامی بزرگ شخصیت معلوم ہوتے ہیں ان کو اللہ تبارک و تعالی نے علم و فضل کے ساتھ حسن کا پیکر بنایا۔ میں نے کہا کہ وہ میرے والد نہیں سرپرست ہیں، حضرت مفتی مالوہ صاحب نے میرے ہم درس مفتی محمد شہاب الدین مصباحی فتح پوری، مفتی محمد رضا مصباحی نیپال اور مفتی محمد قاسم مصباحی اعظمی و دیگر طلبہ کو نصیحت فرمائی اور سب کو غالباً سو سو روپے نذرانہ عنایت فرمایا۔ اور مدھیہ پردیش کے جملہ طلبا کی لائبریری میں مزید کتابوں کے لیے مولانا محمد شفیق الرحمن صاحب کو ۳۰۰۰ ہزار روپے دیے۔ جب سمینار ہال میں پہنچے تو ناظم مجلس شرعی، حضرت مفتی محمد نظام الدین صاحب قبلہ رضوی نے پرزور استقبال کرتے ہوئے مفتیان اسلام سے مفتی مالوہ صاحب کا تعارف اور آنے کا مقصد بیان کیا۔ سارے علما و مشائخ نے سمینار کی منظوری پر مبارکباد پیش کی۔

جس وقت مفتی مالوہ مفتی حبیب یار خان صاحب نے تین سو سے زائد مفتیان کرام کی موجودگی میں کہا کہ ہمارا مدھیہ پردیش تعلیمی اعتبار سے بہت پیچھے ہے تعلیمی بیداری نہ ہونے کی وجہ سے دین اسلام بھی وہاں تاخیر سے پہنچا۔۔ آپ نے صدر العلماء، حضرت علامہ محمد احمد مصباحی صاحب قبلہ دام ظلہ العالی والنورانی اور ناظم مجلس شرعی کی اجازت سے اندور میں سیمینار کا اعلان فرمایا۔ اور فرمایا کہ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور میں دوسری بار آنا ہوا، پہلی بار جب اس کا سنگ بنیاد رکھا گیا تھا اس میں آنا ہوا تھا، اس میں حضور مفتی مالوہ مفتی محمد رضوان الرحمان فاروقی علیہ الرحمہ سہسوانی علیہ الرحمہ اور مفتی اعظم مہاراشٹر علامہ مفتی غلام محمد خان اشہر علیہ الرحمہ کے ساتھ تھا، وہ بھی کیا منظر تھا کہ عالم اسلام کی عبقری شخصیات، تاجدار اہل سنت، حضور مفتی اعظم ہند، علامہ الشاہ مفتی محمد مصطفی رضا خان علیہ الرحمہ اور حضور حافظ ملت علامہ الشاہ عبدالعزیز محدث مرادآبادی بانی ادارہ کی زیارت و خدمت کا موقع ملا تھا۔

سرزمین اندور مالوہ میں دارالعلوم نوری کے زیر اہتمام پہلی بار فقہی سمینار منعقد ہوا، جو بہت ہی کامیاب اور تاریخ ساز سمینار رہا، جس کی صدارت مفتی مالوہ نے فرمائی تھی، جس میں ملک و ملت کی عظیم الشان ہستیاں تشریف لائیں تھیں، نوری کانفرنس میں نظامت مناظر اہلسنت حضرت علامہ مولانا الحاج محمد منصور علی خان علیہ الرحمہ ممبئ نے کی اور خطاب سیاح امریکہ، مبلغ اسلام علامہ مسعود احمد برکاتی دامت برکاتہم القدسیہ و فخر صحافت، مفکر اسلام علامہ مولانا محمد مبارک حسین مصباحی چیف ایڈیٹر ماہنامہ اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ یوپی و دیگر علما و مشائخ عظام بالخصوص نبیرہ اعلی حضرت، حضرت

علامہ الشاہ الحاج محمد منان رضا خان صاحب نوری دامت برکاتھم القدسیہ (بریلی شریف) و شہزادہ حضور حافظ ملت حضرت علامہ عبدالحفیظ عزیزی صاحب قبلہ سربراہ اعلی الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور و دیگر ہزاروں مسلمانوں کی شرکت ہوئی جو ایک تاریخی یادگار ہے اندور مالوہ میں پہلی بار اتنے علماے اسلام و مفتیان اکرام تشریف لائے یہ پروگرام وادئ نور کھجرانہ میں منعقد ہوا تھا۔

اللہ اکبر، ان کی یادوں کے چراغ میرے دل میں لمحہ لمحہ جل رہے ہیں حضور مفتی مالوہ مفتی حبیب یار خان صاحب قادری علیہ الرحمہ ایسے مودب و متشرع، عالم باعمل، مصنف و مدرس، محسن قوم وملت، متحرک مقرر، مسلک اعلیٰ حضرت کے علم بردار، دینی و دنیاوی علوم پر یکساں مہارت، آپ بہت ہی عمدہ آواز میں قرآن مجید پڑھا کرتے، بہترین حافظ و قاریٔ قرآن تھے، سند یافتہ عالم و فاضل و مفتی تھے اور آپ نے اندور یونیورسٹی سے بی اے، ایم اے کی تعلیم حاصل کی تھی، وہ ذات جس کے دنیاے سنیت پر عظیم احسانات ہوں، اس ذات کو کون اتنی جلدی فراموش کر جائے گا اگر ہم انھیں یاد نہ کریں اور ان کی بارگاہ میں نذرانہ عقیدت پیش نہ کریں تو احسان فراموشی ہوگی۔ عرش پر دھومیں مچیں وہ مومن صالح ملا فرش سے ماتم اٹھے وہ طیب و طاہر گیا۔

یکم جولائی ۲۰۱۹ء بروز پیر صبح آٹھ بج کر پیتالیس منٹ پر علاج جاری تھا کہ حیات مستعار کے ایام پورے ہو چکے، قضا و قدر کے فیصلے کے سامنے نہ دوا نے کوئی کام کیا اور نہ دعا اثر انداز ہوئی اور آپ جہان فانی کو الوداع کہہ گئے۔ ”موت العالم موت العالم“ علماے کرام علوم نبویہ کے وارث ہوتے ہیں ان کی المناک جدائی سے اگر نظام عالم متاثر ہو جائے تو اس میں حیرت کی کیا بات ہے، بروز پیر بعد نماز عشا موسلا دھار بارش کے باوجود ہزاروں فرزندان توحید اپنے عظیم پیشوا کی نماز جنازہ کے لیے عید گاہ میدان صدر بازار میں جمع ہوئے، نماز جنازہ کے وقت راقم نے عوام کو صبر کی تلقین کی اور مفتی مالوہ علیہ الرحمہ کے ہم زلف حضرت علامہ مولانا محمد عبدالحبیب حکیم صاحب قبلہ ناگپوری نے عوام کو مفتی مالوہ کے مشن کو جاری رکھنے کی تاکید کی اور سب کو مسلک اعلی حضرت پر گامزن رہتے ہوئے زندگی گزارنے کی تلقین کی۔ آپ کی نماز جنازہ آپ کے خلف اکبر حضرت علامہ مولانا حافظ و قاری محمد احمد یار خان قادری ازہری نے پڑھائی اور بصد حسرت و غم انھیں جامع مسجد شہر اندور میں ہی آپ کے خسر محترم، حضور سلطان المناظرین، بحر العلوم مفتی مالوہ مفتی محمد رضوان الرحمان فاروقی علیہ الرحمہ کے قریب سپرد خاک کیا گیا۔

ایسے بھی ہیں کچھ لوگ کہ اٹھ جائیں چمن سے
تم ڈھونڈنے نکلوگے مگر پا نہ سکوگے

نواسہ حضور مفتی اعظم ہند، جمال ملت، پیر طریقت، رہبر شریعت علامہ الشاہ الحاج محمد جمال رضا خان صاحب قبلہ قادری برکاتی دامت برکاتھم القدسیہ۔ مسکن حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ (بریلی شریف) نے حضرت مفتی مالوہ قبلہ کے سانحہ ارتحال پر اپنے گہرے دکھ اور قلبی صدمے کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ ان کے وصال سے اہل سنت و جماعت بالخصوص شہر اندور و قرب و جوار کے مسلمانوں کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے۔

مولیٰ تبارک و تعالیٰ سے دعا ہے کہ مفتی مالوہ علیہ الرحمہ کو کروٹ کروٹ جنت الفردوس کی بہاریں عطا فرمائے اور ان کا چمنستان علم اسی طرح پھلتا پھولتا رہے اور آپ کے پس ماندگان اور وارثین کو صبر و شکر کے ساتھ ان کے نقش قدم پر چلنے کا حوصلہ عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین بجاہ سید الانبیاء و المرسلین علیہ افضل الصلوۃ والسلام والتسلیم وعلی آلہ وصحبہ اجمعین۔

از: سید محمد صابر علی رضوی مصباحی، خادم دارالعلوم برکات سادات و سنی حنفی دارالافتا چندن نگر اندور ایم پی۔ ☆ ☆ ☆

❁ چھبیسواں فقہی سیمینار ❁

مجلس شرعی، الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور اعظم گڑھ، یوپی

بتاریخ: ۱۲/ ۱۳/ صفر ۱۴۴۱ھ

مطابق: ۱۲/۱۳/ اکتوبر ۲۰۱۹ء۔ شنبہ، یک شنبہ

① زائد العرض بلاد میں نماز عشا اور سحری کا حکم

② حج کے جدید مسائل

❁ آفاقی کے لیے عمرہ کے بعد حج قران کا حکم؟

❁ دھول، گرد، دھواں اور فضائی آلودگیوں سے بچنے کے لیے چہرے پر ماسک پہننے کا حکم؟

❁ خوشبودار صابن، شیمپو، ٹوتھ پیسٹ، پاؤڈر اور خوشبودار تیل استعمال کرنے کا حکم؟

❁ قربانی کارڈیا واؤچر خریدنے کا حکم؟

مسلمانوں کو باطل پرست درندوں کا منہ توڑ جواب دیناچاہئے

مکرمی............سلام مسنون

بروز اتوار ۲۱ جولائی ۲۱۰۹ء امام احمد رضا مومنٹ کے زیر اہتمام منعقد محفل نوری میں حضرت مولانا سید قمر اللہ شاہ قادری نے اپنے خطاب میں فرمایا کہ ! رب تبارک و تعالیٰ جَلَّ شانہ نے اپنے مقدس کلام قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے "تم میں جو ایمان لائے وہی اور نیک عمل کریں اُن سے اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ ان کو زمین میں حکومت عطا فرمائے، جیساکہ ان سے پہلے لوگوں کو حکومت دی تھی"، آیت مبارکہ میں رب تعالیٰ جل شانہ تمام امت محمدیہ سے وعدہ فرمایا گیا کہ ایمان و عمل صالح پر حکومت عطا کی جائے گی، حضور سرور کونین ﷺ کے اعلان نبوت کے بعد اللہ کے منتخب بندوں نے آپ کی آواز حق پر لبیک کہتے ہوئے اسلام کے انوار و تجلیات سے منور و مجلی ہوئے، پھر ان حق پرستوں پر ہر طرح کے ظلم و ستم ہوئے وہ کڑی سے کڑی آزمائشوں میں ڈالے گئے یہ پاکیزہ نفوس اللہ تعالیٰ کے کرم سے ان پر آئے تمام مصائب وآلام ظلم و تشدد کی آندھیوں پر صبر و استقلال، ہمت و استقامت کے ساتھ مقابلہ کیا اور کامیاب ہوئے اور اللہ کے محبوب ترین بندوں اور دنیا کے عظیم ترین لوگوں میں ان کا شمار ہوا، تاابداُن پر رحمت و انوار کی بارش ہوتی رہے گی، چند سال کے بعد رب ذوالجلال نے مسلمانوں پر دنیاوی ترقی و کامیابی کے ابواب بھی کھول دئے، خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے عہد مبارک میں دنیا کا ایک بڑا حصہ مسلمانوں کے قبضہ میں رہا، دنیا کے ایک بڑے حصہ پر مسلمانوں کی حکومت قائم ہوئی اسی طرح فتوحات کا دور شروع ہوا ہر طرف اسلامی پرچم لہرانے لگا، وہ اللہ کے مخلص بندے تھے، وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت بندگی دل و جان سے کرتے تھے، ان کے دل و زبان اللہ تعالیٰ کے ذکر و شکر سے لذت پاتے تھے، ان کے اخلاق و عادات رسول پاک ﷺ کے اخلاق وعادات کا مظہر اور آئینہ تھے، ان کے دلوں میں اللہ کی خشیت اس کا ڈر و خوف اس کی عظمت وکبریائی بھری ہوئی تھی ان میں رسول کائنات ﷺ کی اپنی جان و مال آل اولاد سے زیادہ محبت والفت تھی، وہ برائیوں سے نفرت اور بھلائی سے الفت اور اس پر گامزن ہوتے تھے، ان کے اندر اتحاد و اتفاق پیار و محبت تھی، یہی وجہ ہے کہ قدم قدم پر کامیابی ان کے قدم چومتی تھی۔

مگر آج مسلمان تباہ حال ہے ذلیل و خوار ہے، ناکام و خاسر ہے، مصائب وآلام کا شکار ہے، اس کا نہ کوئی پرسان حال ہے اور نہ کوئی مددگار ہے، ان سب کے باوجود وہ غفلت کا شکار ہے، شیطان کے جال میں پھنسا ہوا ہے، نفس خبیث کا قیدی بن گیا ہے، اسلامی تعلیمات اور قانون شریعت سے دور ہے، یہود ونصاریٰ خدا اور رسول ﷺ کے دشمن باطل پرست کفار و مشرکین کے قریب ہے یعنی ان کی شکل و صورت اور ان کے ناپاک اور گندے طریقوں کو اختیار کرکے اپنے وجود کو نجس وگندہ بنارہا ہے، ہر طرف تباہی و بربادی کا شکار ہے، باوجود اس کے سدھر نہیں رہا ہے، سنبھل نہیں رہا ہے، الحمد اللہ نیک اور دین دار مسلمانوں کی بھی کمی نہیں ہے، علما و مشائخ بھی کثرت سے موجود ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہمارے علما و مشائخ و عمائدین قدم مسلم کے اندر پائی جانے والی برائیوں اور خرابیوں کو دور کرنے کے لیے اپنی ساری طاقت وصلاحیت کو لگادیں، غفلت میں پڑے سوئے ہوئے مسلمانوں کو جگائیں اُن کے اندر دین کی تڑپ آخرت کی فکر ملت کا درد آپس میں پیار و محبت اتحاد و اتفاق پیدا کریں۔ جب مسلمانوں میں قومی ہمدردی کا جذبہ پیدا ہوگا دین داری آئے گی اللہ و رسول ﷺ کی محبت کی روشنی قلوب میں پیدا ہوگی تو مسلمان متحدہ طاقت بن کر اسلام دشمن شیطانی طاقتوں کا منہ توڑ جواب دے سکیں گے۔ آخر میں سلام و دعا پر محفل کا اختتام ہوا۔

☆☆☆

رودادِ چمن

الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کی میں تقسیم انعامات و اسناد کی سالانہ تقریب

مبارک پور اعظم گڑھ (نامہ نگار) الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کی عزیز المساجد میں آج تقریباً گیارہ بجے تقسیم انعامات و اسناد کی ایک پروقار سالانہ تقریب کا انعقاد ہوا جس کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا بعدہ نعت پاک کا نذرانہ پیش کیا گیا اس موقع پر مولانا مسعود احمد برکاتی استاذ جامعہ اشرفیہ نے خطاب کرتے ہوئے طلبہ کو وقت کی اہمیت سمجھنے اور کاہلی وسستی سے پرہیز کرنے کی تلقین کی، انھوں نے کہا کہ صرف کسی مدرسے یا یونیورسٹی میں داخلہ لینا ہی کمال نہیں ہے بلکہ اس داخلے کا مقصد عمدہ تعلیم و تربیت ہے جس کے لیے وقت کا درست استعمال کرنا لازم ہے اور عملی زندگی کو بہتر بنانا ضروری ہے۔

علامہ محمد احمد مصباحی ناظم تعلیمات جامعہ اشرفیہ نے جامعہ کے تعلیمی و تربیتی اصول و ضوابط کی تفصیل پر مبنی خطاب کرتے ہوئے کہا کہ درس نظامی کی تعلیم و تدریس کا مقصد اصلی قرآن و سنت کو ان کی زبان میں سمجھنا ہے جس کے چند دیگر علوم و فنون میں مہارت حاصل کرنا لازم ہے۔ اس کا ایک مقصد اچھا انسان بننا بھی جس کے لیے علم و عمل کی ہم آہنگی چاہیے، آپ کوشش کریں تو یہ مقام پا سکتے ہیں۔

اس کے بعد اعدادیہ تا فضیلت ہر درجے کے پانچ کل پینتالیس طلبہ کو سربراہ اعلیٰ علامہ عبد الحفیظ عزیزی اور جامعہ کے پرنسپل مفتی محمد نظام الدین رضوی کے ہاتھوں کتاب کی شکل میں گراں قدر انعام اور توصیفی سند سے نوازا گیا۔ نیز پورے جامعہ میں اول دوم اور سوم پوزیشن پانے والے تین طلبہ کو خصوصی انعام دیا گیا جن میں پہلا انعام محمد نور شمس کٹیہار درجہ ثالثہ، دوسرا محمد احتشام امبیڈکر نگر درجہ سادسہ اور تیسرا محمد عثمان بدایوں درجہ خامسہ کو دیا گیا۔

پھر پند و نصیحت پر مبنی آخری خطاب سربراہ جامعہ اشرفیہ کا ہوا جس میں آپ نے جدید و قدیم طلبہ کو جامعہ کے انتظامی اصول و ضوابط پر چلنے کی تلقین کی۔ وقت کی اہمیت کو واضح فرمایا اور مضبوط قوت ارادی سے اپنے مشن میں کامیاب ہونے کی نصیحت فرمائی، انھوں نے کہا کہ یہ تعلیمی زندگی کھیل کود میں گزار دینا اور تعلیم و تربیت میں پیچھے رہ جانا اپنے سرپرستوں کی امیدوں کو کچلنے کے مترادف ہے جو علم کے میدان میں کارآزمودہ افراد کے شایان شان نہیں لہٰذا اپنے مقصد کو نگاہ میں رکھیں، نماز کی پابندی کریں، وقت پر کلاس میں پہنچیں اور انعام کے حق دار بنیں اللہ آپ سب کو کامیابی عطا فرمائے۔ انھوں نے تمام انعام یافتگان کو دلی مبارک باد پیش کیا۔ نظامت مفتی زاہد علی سلامی استاذ جامعہ اشرفیہ نے کی۔

واضح رہے کہ مذکورہ تقریب ہر برس تعلیمی سال کے آغاز میں منعقد ہوتی ہے جس میں ان طلبہ کو جامعہ اشرفیہ کی طرف سے انعامات و اسناد دیے جاتے ہیں جنھوں نے پورے جامعہ میں اول دوم سوم اور اپنی جماعت میں ایک سے پانچ نمبر تک کی پوزیشن حاصل کی ہے۔ اخیر میں صلاۃ و سلام اور دعا پر تقریب کا اختتام ہوا اس موقع پر جملہ اساتذہ اور کثیر تعداد میں طلبۂ جامعہ کے ساتھ ممبئی سے تشریف لائے چند مہمان بھی موجود تھے۔

درجہ	نام طالب علم	سکونت	نتیجہ	پوزیشن / نمبر پوزیشن	فیصد
اعدادیہ	محمد احسن رضا خان	سیتامڑھی	اعلیٰ	اول	91.93
	محمد شاہ نواز انصاری	روہتاس	//	۲	90.20
	سید حسین الدین	تامل ناڈو	//	۳	89.20
	تابش شمس	بھوج پور	//	۴	88.87
	محمد عمران	امبیڈکر نگر	//	۵	88.87
اولیٰ	توفیق رضا	پورنیہ	اعلیٰ	اول	93.00
	عبد العلیم	سنت کبیر نگر	//	۲	89.88
	عادل رضا	بانکا	//	۳	88.06
	محمد فرحان ارشد	اتر دیناج پور	//	۴	87.25
	شیخ ربانی	ایم، پی	//	۵	85.50
ثانیہ	شیخ محمد نعمان	گجرات	اعلیٰ	اول	89.13
	محمد اظہار	ہزاری باغ	//	۲	89.06

	محمد عبدالمنیر احمد	تلنگانہ	۔۔	۳	87.13
	التمش صدیقی	چندولی	۔۔	۴	86.69
	محمد برکات رضا	بلرام پور	۔۔	۵	86.06
ثالثہ	محمد نورشمس	کٹیہار	اعلیٰ	اول	90.25
	محمد عمران	بارہ بنکی	۔۔	۲	85.69
	محمد اکرام الحق	سیتامڑھی	۔۔	۳	82.81
	محمد عمّار	مبارک پور	۔۔	۴	81.31
	محمد سفیان	بستی	۔۔	۵	81.19
رابعہ	محمد افضال	جموں وکشمیر	اعلیٰ	اول	87.50
	حیدر پرواز	سنبھل	۔۔	۲	84.50
	محمد عدنان	سنت کبیر نگر	۔۔	۳	83.75
	غلام اشرف	کشن گنج	۔۔	۴	80.25
	فیاض عالم	بھدوہی	۔۔	۵	80.00
خامسہ	عثمان	بدایوں	اعلیٰ	اول	89.94
	عرفان عالم	مرزاپور	۔۔	۲	87.31
	محمد معراج الدین	نیپال	۔۔	۳	85.56
	ابوالقاسم	سنبھل	۔۔	۴	84.13
	محمد حسّان	سنت کبیر نگر	۔۔	۵	84.13
سادسہ	احتشام احمد	امبیڈکر نگر	اعلیٰ	اول	90.00
	محمد عادل	مرادآباد	۔۔	۲	87.56
	محمد ندیم انصاری	جون پور	۔۔	۳	86.19
	محمد ذیشان	مرادآباد	۔۔	۴	86.13
	محمد ابوذر غفاری	پرولیا	۔۔	۵	85.88
سابعہ	آصف رضا	فتح پور	اعلیٰ	اول	88.71
	عطاء المصطفیٰ	چترا	۔۔	۲	85.93
	محمد نواز شریف	کٹیہار	۔۔	۳	84.43
	نورالہدیٰ	کان پور	۔۔	۴	83.14
	محمد عبداللہ	سدھارتھ نگر	۔۔	۵	82.64
فضیلت	غلام احمد رضا	کشن گنج	اعلیٰ	اول	83.57
	خوش محمد	دیوریا	۔۔	۲	79.86
	محمد توقیر رضا	رام پور	۔۔	۳	78.86
	احمد رضا	امبیڈکر نگر	۔۔	۴	78.29
	امجد رضا	اورنگ آباد	۔۔	۵	78.29
حفظ	محمد عیان ابن صدر الدین اعظمی	اعظم گڑھ	اعلیٰ	اول	73.50
	محمد اقدس ابن ضمیر احمد	مبارک پور	۔۔	۲	72.50
	محمد حلیم ابن نیاز احمد	مبارک پور	۔۔	۳	72.00
	محمد سیف ابن انصار احمد	مبارک پور	۔۔	۴	70.00
	حسنین رضا ابن عبدالکلام خان	اعظم گڑھ	۔۔	۵	66.50

الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور میں انجمن اہل سنت واشرفی دارالمطالعہ کے افتتاح نو کی تقریب کا انعقاد

جس میں جامعہ اشرفیہ کے سربراہ اعلی علامہ الشاہ عبد الحفیظ عزیزی دام ظلہ العالی نے لائبریری اور مطالعۂ کتب کی اہمیت وافادیت پر روشنی ڈالتے ہوئے مذکورہ انجمن کے اغراض ومقاصد بیان کیے نیز کہا کہ دارالعلوم اشرفیہ کے پرجوش طلبا نے تقریبًا ۱۳۵۵ھ میں اپنی تنظیم انجمن اہل سنت و اشرفی دارالمطالعہ کی بنیاد ڈالی۔ اس انجمن کے بانیان میں سرفہرست مولانا قاری محمد عثمان اعظمی، مولانا صوفی وجیہ الدین، مولانا حافظ عبدالرؤف بلیاوی، مولانا ظفر علی نعمانی اور مولانا علی احمد صاحبان تھے۔ ابتدا میں اس کے تحت ایک لائبریری اشرفی دارالمطالعہ قائم ہوئی اور پھر بارہ ربیع الاول شریف کو جلوس عید میلاد النبی نکلنا شروع ہوا پہلے جلوس میں صرف طلبہ کی شرکت رہی دوسرے سال سے قصبہ والے بھی شریک ہونے لگے اور گیارہ ربیع الاول کی شام کو ایک جلسہ بھی ہونے لگا۔ انجمن اہلسنت اشرفی دارالمطالعہ کے لیے کتابیں خریدی گئیں اور باقاعدہ لائبریرین کا انتخاب عمل میں آیا اور کتابیں ایک مناسب فیس پر ایشو کی جانے لگیں اور طلبہ و دیگر لوگ اس سے فائدہ اٹھانے لگے۔ عروج وزوال ہر ایک شی کا مقدر ہے اس لائبریری پر بھی ایک وقت آیا کہ یہ پوری طرح ختم ہوگئی اور اس کی ساری کتابیں خردبرد ہوگئیں اس کے بعد اس کی نشاۃ ثانیہ عمل میں آئی یہ اس کے ابتدائی تین چار سالوں میں ہوا لیکن دوبارہ کھل جانے کے بعد سے یہ اب تک باقی ہے البتہ شائقین کی پہنچ سے بہت قریب نہیں رہی۔ بعد میں یہ جامعہ اشرفیہ کے کیمپس میں منتقل ہوگئی۔ کتابوں کو فن وار ترتیب دے لینے کے بعد طلبہ اس

سے استفادہ کرنے لگے لیکن پھر یہ سلسلہ موقوف ہو گیا۔ سالوں تک یہ لائبریری یوں ہی شائقین کی پہنچ سے دور رہی۔

واضح رہے کہ پھر ۲۷ جولائی ۲۰۱۹ء روز شنبہ کو انجمن اہل سنت و اشرفی دارالمطالعہ کا افتتاح نو سرپرست اعلی علامہ عبدالحفیظ عزیزی دام ظلہ، اور موجودہ صدر مفتی محمد نظام الدین رضوی دم ظلہ اور ناظم اعلی جامعہ اشرفیہ کی خصوصی توجہ سے اراکین و اساتذہ کی موجودگی میں عمل میں آیا آج سے منظم انداز میں اسے شروع کیا گیا ہے جس کے لیے ایک مختصر اور باوقار تقریب سیمینار ہال میں منعقد ہوئی جس میں اساتذہ اشرفیہ اور قصبہ کے معززین کی بھی شرکت رہی۔ معلومات کے مطابق اس سال انجمن کے قیام کو تقریباً پچاسی برس مکمل ہو چکے ہیں۔ دار المطالعہ میں فی الحال سوا چار ہزار سے زائد کتابیں مختلف موضوعات پر موجود ہیں جو ایک نادر و نایاب خزانہ ہے اور تقریباً ۴۳۵ قدیم و جدید رسائل و مجلات دعوت مطالعہ پیش کر رہے ہیں۔ ان میں امام مناوی کی کنوز الحقائق فی حدیث خیر الخلائق، ملا محمد خلیل کی الصافی شرح اصول الکافی، علامہ عبدالحئی لکھنوی کی غیث الغمام علی حواشی امام الکلام، محقق ابن نجیم کی الشریفیۃ شرح السراجیۃ، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی الخیر الکثیر، امام محمد غزالی کی کیمیاے سعادت فارسی اور رسائل میں ہفت روزہ چٹان لاہور، ماہ نامہ نقوش لاہور، العرب کراچی، پاسبان الہ آباد، ماہ نامہ حجاز جدید، معارف اعظم گڑھ، نگار لاہور، شمع دہلی، شاعر ممبئی اور ساقی وغیرہ کا نام لیا جا سکتا ہے۔ یہ لائبریری اب ہر روز باقاعدہ عصر کی نماز کے بعد سے لے کر ساڑھے دس بجے شب تک کھلی رہے گی اور شائقین کو دارالمطالعہ میں بیٹھ کر استفادہ کا موقع ملے گا جس کے لیے ذمہ داران انجمن نے جامعہ اشرفیہ کے ایک نوفاضل مولانا محمد اعظم مصباحی کا انتخاب کیا ہے جو اس لائبریری کی کتابوں کو ترتیب دے کر شائقین تک پہنچانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اخیر میں سربراہ اعلی دام ظلہ العالی کی خصوصی دعا پر پروگرام کا اختتام ہوا۔

اس موقع پر مفتی محمد نظام الدین رضوی، مولانا عبدالحق رضوی، مولانا شمس الہدیٰ رضوی، مولانا مسعود احمد برکاتی مولانا نفیس احمد مصباحی، مولانا احمد رضا مصباحی، مولانا صدرالوریٰ قادری، مفتی محمد نسیم مصباحی، مفتی زاہد علی سلامی، مفتی محمود علی مشاہدی، مولانا رفیع القدر مصباحی، مولانا توفیق احسن برکاتی، مولانا محمد اعظم مصباحی، الحاج اسرارالحسن انصاری، الحاج محمد مظہر انصاری، ماسٹر فیاض احمد عزیزی اور جناب شاہد بھائی خاص طور سے موجود تھے۔ ☆☆☆

تاثرات و اپیل

حضرت صدرالشریعہ مصنف بہار شریعت قدس سرہ

مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم مبارک پور ضلع اعظم گڑھ سے میں اچھی طرح واقف ہوں، مدرسہ کی دینی خدمات، اس میں تعلیم و تربیت، تبلیغ دین و مذہب بفضلہ تعالی باحسن وجوہ انجام پا رہا ہے، مدرسے کی امداد دین وملت کی امداد ہے۔ اس ماہ مبارک میں جو کہ نیک کام کے کرنے کا بہترین زمانہ ہے، مدرسہ کی امداد و اعانت کی طرف ضرور توجہ دی جائے۔

فقیر امجد علی اعظمی عفی عنہ

۱۰/ ماہ مبارک رمضان شریف ۱۳۶۷ھ

حضرت مولانا الحاج سید شاہ مصطفیٰ اشرف اشرفی جیلانی قدس سرہ (کچھوچھہ شریف)

مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم مبارک پور، اعظم گڑھ کی بنیاد حضرت والد ماجد اعلیٰ حضرت سید ابو احمد محمد علی حسین صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ نے ڈالی تھی، جب سے الحمد للہ یہ مدرسہ بڑی ترقی پر ہے، سال بہ سال طلبہ کی دستاربندی بھی ہوا کرتی ہے، اللہ تعالی کا بڑا اکرام ہے، آپ حضرات کو چاہیے کہ مدرسہ میں شرکت فرما کر داخل حسنات ہوں۔

سید مصطفیٰ اشرفی، کچھوچھہ شریف

حال وارد مبارک پور

۱۰/ رمضان المبارک ۱۳۶۷ھ

(روداد جامعہ اشرفیہ ۱۳۶۷ھ)

خیر وخبر

دعوت اسلامی کا سنتوں بھرا اجتماع

مبارک پور اعظم گڑھ (نامہ نگار) غیر سیاسی عالمی تحریک دعوت اسلامی مبارک پور کے زیر اہتمام جامع مسجد راجہ مبارک شاہ میں گزشتہ شب بعد نماز عشا دعوت اسلامی کا سنتوں بھرا اجتماع پاک کا انعقاد ہوا جس کا آغاز قاری ضیاء الدین عطاری کی تلاوت قرآن کریم سے ہوا، عبیدہ حسن عطاری اور قمر الہدی عطاری نے بارگاہ رسالت میں نعت پاک کا نذرانہ پیش کیا۔ اس موقع پر جامعہ اشرفیہ کے سربراہ اعلی علامہ الشاہ عبد الحفیظ عزیزی نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ دعوت اسلامی ایک عالمی تحریک ہے یہ دعوت و تبلیغ کی عالمی سطح پر خدمات انجام دے رہی ہے مبارک پور ایک اہم قصبہ ہے یہاں کے مبلغین بھی اصلاح و تبلیغ کے اہم کارنامے انجام دے رہے ہیں انھوں نے مزید کہا کہ پنج وقتہ نمازیں اللہ تعالی کا عظیم تحفہ ہے جو اللہ تعالی نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو شب معراج عطا کیا ہم سب کی ذمہ داری ہے کہ پروردگار کے اس عظیم تحفہ کی حفاظت کریں۔ حضرت مولانا مبارک حسین مصباحی استاد جامعہ اشرفیہ و چیف ایڈیٹر ماہنامہ اشرفیہ نے اپنے بیان میں بطور خاص تین نکات کو بیان کیا دعوت اسلامی غیر سیاسی عالمی تحریک ہے اس کے بانی امیر اہلسنت علامہ شاہ ابوبلال محمد الیاس عطار قادری رضوی ہیں آپ اخلاص و للّٰہیت کے پیکر اور شریعت و طریقت کے سنگم ہیں آپ شریعت پر بڑی حد تک عمل کرنے کی کوشش کرتے ہیں ان کی تقوی شعاری کے اثرات قریب دو سو ملکوں میں دعوت اسلامی کے مبلغین میں دیکھ سکتے ہیں مولانا نے کہا کہ دعوت اسلامی تعلیم و تربیت کے میدانوں میں بھی وسیع اور گراں قدر خدمات انجام دے رہی ہے جو مدرسۃ المدینہ، جامعۃ المدینہ اور دار المدینہ کے بابرکت ناموں سے چل رہے ہیں۔ عید الفطر کے بعد تین جامعات المدینہ کے افتتاح میں تو خود ہماری حاضری ہو چکی ہے معلومات کے مطابق اس وقت اپنے وطن عزیز میں اس کی تعداد ۶۸ تک پہنچ چکی ہے۔

آخری میں الحاج شبیر احمد عطاری انجینئر ممبئی کا بطور مہمان خصوصی بیان ہوا انھوں نے وقت کی پابندی کرنے اور سستی و کاہلی سے دور رہنے کی تاکید کی انھوں نے قرآن پاک و احادیث کریمہ کی روشنی میں مدلل بیان کرتے ہوئے بزرگان دین کے عشق انگیز اور نصیحت آمیز واقعات پر بھی روشنی ڈالی نیز انھوں نے ہجومی تشدد پر افسوس ظاہر کرتے ہوئے سیلاب سے متاثر افراد کے لئے بھی دعا فرمائی پھر حلقۂ ذکر کرانے کے بعد رقت آمیز دعا فرمائی جس سے پورا مجمع آہ و بکا میں ڈوب گیا۔ پروگرام کی نظامت مولانا محبوب عزیزی مبلغ دعوت اسلامی نے کی۔ ان کے علاوہ ابوطلحہ عطاری نے بھی مختصر بیان کیا۔

اس موقع پر مولانا محمود احمد مصباحی، مولانا محمد رضا، حاجی قمر الحق، حاجی احسان احمد، تنویر احمد، محمد جاوید، خالد کمال، آفتاب احمد، وقار مومن، محمد فہیم، عامر رضا، حاجی محمد جابر، عبد الباری مکی، محمد حنیف، حاجی مختار احمد، مولانا نعیم انور، حاجی ریاض احمد عطاری، محمد شاداب عطاری اور فیروز احمد عطاری سمیت کثیر تعداد میں قرب و جوار کے مبلغین و معزز سامعین موجود تھے۔ [رپورٹ از محمد رحمت اللہ مصباحی، نمائندہ روزنامہ انقلاب، بنارس]

دعوت اسلامی کا ایک اور مدرسہ بنام جامعۃ المدینہ فیضان تاج الشریعہ کا افتتاح

پڑاؤ ضلع چندولی میں ۲۹؍ جون ۲۰۱۹ء بروز ہفتہ کو ہوا۔ اس موقع پر ایک عظیم الشان سنتوں بھرا اجتماع ہوا۔ قاری عبد القادر صاحب کی تلاوت اور ذو القرنین عطاری کی نعت خوانی سے اجتماع کا آغاز ہوا۔ اس سنتوں بھرے اجتماع میں مولانا مبارک حسین مصباحی استاذ الجامعۃ الاشرفیہ نے بیان کرتے ہوئے فرمایا:

اپنے بچوں کو تعلیم دلوائیں آج جو کچھ مسلمانوں کے ساتھ ہو رہا ہے وہ ہمارے سامنے ہے۔ آج کے دور میں لوگ صرف دنیا کی تعلیم کی طرف بھاگ رہے ہیں دنیاوی تعلیم بھی حاصل کیجیے لیکن وہ علم جس کو سیکھنا فرض ہے اس کو بھی سیکھیے اپنے بچوں کو ڈاکٹر بنائیے، انجینئر بنائیں لیکن ڈاکٹر و انجینئر کے ساتھ ساتھ وہ اسلام کا پیکر نظر آئے۔

حضرت مولانا الیاس عطار قادری کے اخلاص کی برکت ہے کہ آج دعوت اسلامی قریب دو سو ملکوں میں ۱۰۰ سے زائد شعبوں میں مسلک اعلی حضرت کی خدمت انجام دے رہی ہے، دعوت اسلامی نے اس سال بھی ہند میں جامعۃ المدینہ کے قیام کا سلسلہ آگے بڑھایا

ہے۔ دعوت اسلامی نے دیوبند کے قریب میں بھی جامعۃ المدینۃ شروع کر دیا ہے۔ دعوت اسلامی پیار و محبت کا پیغام دیتی ہے۔ حضرت مولانا الیاس قادری دامت برکاتہم العالیہ پر فیضان ہے اعلیٰ حضرت کا۔ اکابر علما دعوت اسلامی کی حمایت کر رہے ہیں۔ تاج الشریعہ کے علم وعمل تقوی کو کون نہیں جانتا۔ بین الاقوامی شہرت اللہ پاک نے حضور تاج الشریعہ کو عطا کی ہے۔ مبارک حسین مصباحی تاج الشریعہ کا غلام تھا، ہے اور رہے گا۔ دعوت اسلامی ان کی غلام تھی، ہے اور رہے گی۔

حضرت مولانا عبدالمبین نعمانی صاحب نے فرمایا:

جب علم ہوتا ہے تو خشیت بھی ہوتی ہے۔ یہ حاصل کرو دین کے لیے دین کی عظمتوں کو اجاگر کرنے کے لیے، اس سے دین بھی بلند ہوگا اور جو کرے گا وہ بھی اجاگر ہوگا۔ حافظ ملت فرمایا کرتے تھے: لوگ نام کے لیے کام کرتے ہیں، کام کرو نام ہو ہی جائے گا۔

ایک دور تھا لوگ طعنہ دیتے تھے کہ دعوت اسلامی میں عالم نہیں ہیں۔ آج اتنے عالم ہیں کہ اس کو شمار نہیں کیا جاسکتا۔ دعوت اسلامی کے مکتبہ سے کئی زبانوں میں کتابیں آرہی ہیں، میں خود دعوت اسلامی کے مکتبہ کی کتابیں طلبہ کو پڑھاتا ہوں۔

از محمد ابو طلحہ عطاری، ٹانڈہ

بلیک برن انگلینڈ میں عرس صدرالشریعہ و تاج الشریعہ منایا گیا

بلیک برن: اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ سب کو حضور صدرالشریعہ و حضور تاج الشریعہ علیہما الرحمۃ کے فیضانِ علم و تقویٰ سے نوازے- ان بزرگوں سے عقیدت کا تقاضا ہے کہ ہم شریعت مطہرہ پر عمل پیرا ہو جائیں-اس طرح کے کلمات جانشینِ حضور تاج الشریعہ حضرت مولانا مفتی محمد عسجد رضا خان قادری دام ظلہ نے برقی ذرائع سے بلیک برن انگلینڈ میں منعقدہ عرس صدرالشریعہ و تاج الشریعہ علیہما الرحمۃ میں ارشاد فرمائے- مسجد غوثیہ بلیک برن یوکے میں ۱۳ جولائی سنیچر کی شام اپنے انگلش خطاب میں مولانا محمد ارشد مصباحی (بانی و صدر اعلیٰ حضرت فاؤنڈیشن انٹرنیشنل مانچسٹر) نے کہا کہ مجھے اس بات پر ناز ہے کہ میں نے اللہ کے ولی حضور تاج الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ کے جنازہ مبارکہ میں شرکت کی سعادت حاصل کی جن کا فتویٰ و تقویٰ دونوں مثالی ہے- بریلی شریف میں وہ عظیم مجمع تھا کہ جن میں صرف سادات کرام، علما و مشائخ ہزارہا ہزار تھے- مولانا شیخ یاسین قادری نے کہا کہ فقاہت کے میدان میں حضور صدرالشریعہ و حضور تاج الشریعہ علیہما الرحمۃ نے جو عظیم خدمات انجام دیں وہ اسلامی تاریخ کا اہم و نمایاں باب ہے- مولانا محمد اشفاق مصباحی (خطیب و امام مسجد رضا بلیک برن) نے کہا کہ حضور تاج الشریعہ تعلیماتِ صوفیا و اولیا کا مظہر تھے- مولانا محمد ادریس رضوی نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تاج الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ کو مقبولیت عامہ عطا کی- مولانا محمد کلیم الازہری نے کہا کہ جامعۃ الازہر مصر کو بھی تاج الشریعہ پر ناز ہے، بلاشبہ آپ فخرِ ازہر تھے -مولانا نظام الدین مصباحی نے صدرالشریعہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات کے ضمن میں کہا کہ آپ نے اشاعت علم دین کے درس گاہی نظام کو استوار کیا-مولانا محمد صدیق مصباحی کا خطاب حضور تاج الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ کی وسعت علمی پر ہوا -مولانا محمد اقبال مصباحی کی صدارت میں منعقدہ عرس کا آغاز بعد نماز عصر حافظ زین کی تلاوتِ قرآن سے ہوا- اسٹیج سکریٹری کے فرائض مولانا حافظ خیرالدین نوری (خطیب و امام مسجد غوثیہ) نے انجام دیے- نعت و مناقب کے نذرانے مولانا محمد نعیم (خطیب و امام مسجد اقصیٰ بولٹن)، محمد عادل، مولانا خالد رضوی اور مولانا محمد سفیان رضوی نے پیش کیے- بزم سجانے میں جماعت رضائے مصطفیٰ بلیک برن کے قاضی محمد مشتاق، مولانا محمد محسن رضوی، مولانا محمد ادریس رضا، مولانا نظام الدین مصباحی، محمد عمران، مولانا محمد شفیع، حافظ نثار، حاجی عبداللہ و منتظمین غوثیہ مسجد نے بھرپور حصہ لیا -سلام اور بذریعہ فون جانشین حضور تاج الشریعہ کی دعا پر عرس مبارک کا اختتام ہوا- کثیر تعداد میں اہلسنت نے شرکت کی- [رپورٹ قاضی مشتاق رضوی، بلیک برن یوکے]

دارالعلوم انوار مصطفیٰ سہلاؤ شریف میں ”جشنِ افتتاح بخاری“

حسبِ سابق امسال دارالعلوم انوارِ مصطفیٰ سہلاؤ شریف میں "جشنِ افتتاح بخاری شریف" کا پروگرام انتہائی تزک واحتشام اور عقیدت و محبت کے ساتھ ۱۴ ذو القعدہ ۱۴۴۰ھ مطابق ۱۸ر جولائی ۲۰۱۹ء بروز جمعرات شیخ طریقت حضرت علّامہ الحاج سیّد نوراللّٰہ شاہ بخاری مدّظلہ العالی کی سرپرستی میں انعقاد پزیر ہوا۔

اس تقریب کی شروعات تلاوت کلام ربّانی سے کی گئ! دارالعلوم کے ہونہار طلبہ نے یکے بعد دیگرے نعت و منقبت کے نذرانے پیش کیے۔ مصلح قوم و ملت مبلغ سنّیت ناشر مسلک اعلی حضرت خطیب ہر دلعزیز حضرت مولانا حافظ اللہ بخش اشرفی مدّظلہ

العالی انچارج سنی تبلیغی جماعت باسنی کوافتتاح بخاری شریف کی مقدّس رسم کی ادائیگی کے لیے دعوتِ خطاب دی گئی۔ سب سے پہلے آپ نے آقاعلیہ السلام کی حدیث مبارکہ "العلم حیاۃ الاسلام" کی روشنی میں انتہائی ناصحانہ اور پر مغز خطاب فرمایا۔ بعدہ آپ کے سامنے طلبۂ فضیلت دوزانو ہوکر ادب واحترام کے ساتھ بیٹھ گئے۔ آپ نے طلبۂ فضیلت کو بخاری شریف کی پہلی حدیث شریف کو پڑھاکر رسمِ افتتاح بخاری شریف ادا فرمایا۔ دورانِ درسِ بخاری علم حدیث کی اہمیت وفضیلت، حدیث شریف، نیز بخاری شریف کی جمع وترتیب کی کیفیت، اور حضرت امام بخاری علیہ الرّحمہ کی حیات بارزہ کے اہم گوشوں پر انتہائی عالمانہ ومحققانہ تقریر فرمائی۔

حضرت حافظ صاحب قبلہ ہی کے ہاتھوں دارالعلوم انوار مصطفی کے ایک ہونہار فاضل مولانا عبد الحلیم انواری کی تالیف کردہ کتاب (عوامی غلط فہمیاں اور ان کے ازالے) کا رسم اجرا کیا گیا اور دار العلوم کے سابق ناظم تعلیمات حضرت مولانا شمیم احمد نوری مصباحی نے کتاب کا تعارف بھی کروایا۔

آخر میں اجتماعی فاتحہ خوانی ہوئی اور پیر طریقت نورالعلماء حضرت علّامہ الحاج سیّد نوراللّٰہ شاہ بخاری مدّظلّہ العالی کی دعاؤں پر یہ مجلس سعید اختتام پزیر ہوئی۔

اس تقریب میں دارالعلوم کے اساتذہ وطلبہ نیز علاقہ کے عوامِ اہلسنّت، علمائے کرام وسادات ذوی الاحترام نے شرکت فرمائی۔

[رپورٹ: عبد السبحان مصباحی، دارالعلوم انوارِ مصطفیٰ سہلاؤ شریف، باڑمیر، راجستھان]

دار العلوم قادریہ چریاکوٹ میں عرس صدر الشریعہ وتاج الشریعہ

دارالعلوم قادریہ چریاکوٹ ضلع مئومیں مورخہ ۱۱ جولائی ۲۰۱۹ بعد نماز مغرب حجاج کرام کے لیے الوداعی تقریب منعقد ہوئی، جس میں مبلغ اسلام مولانا عبدالمبین نعمانی مصباحی نے حج کے اغراض ومقاصد اور اس کی اہمیت پر روشنی ڈالی اور حج پر جانے والے حضرات بالخصوص جناب محمد یعقوب (مسجد آباد) اور جناب علی اکبر عرف چھیدی صاحب کے لیے دعائیں کیں۔

پھر بعد نماز عشاء حضرت صدرالشریعہ بدرالطریقہ علامہ مفتی محمد امجد علی اعظمی مصنف بہار شریعت اور حضرت تاج الشریعہ علامہ مفتی محمد اختر رضا ازہری علیہما الرحمہ کے عرس کی تقریب شروع ہوئی، جس میں حضرت نعمانی صاحب ان دونوں عظیم شخصیات کی حیات وخدمات اور خصوصیات پر روشنی ڈالی، ان کے دینی کارناموں پر توجہ دلائی اور فرمایا ”سوسال کے اندر حضرت صدرالشریعہ جیسا مدرس پیدا نہیں ہوا آپ کا علمی ودرسی فیضان پوری دنیا پر محیط ہے۔“

حضرت تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کے بارے میں فرمایا کہ سرکار اعلیٰ حضرت، حجۃ الاسلام اور تاجدار اہل سنت حضور مفتی اعظم علیہم الرحمہ کے بعد تاج الشریعہ جیسا فقیہ، مقبول عالم اور عظیم پیر دیکھنے میں نہیں آیا، آپ خانوادہ اعلیٰ حضرت کی شان اور عظیم یادگار تھے۔“

پھر درود و سلام، دعا اور فاتحہ پر محفل کا اختتام عمل میں آیا، حاضرین میں تبرک بھی تقسیم ہوا۔ [رپورٹ: محمد اطہر رضا قادری، متعلم دارالعلوم قادریہ چریاکوٹ ضلع مئو]

حضرت مولانا قاری سخاوت حسین رضوی کے والد گرامی کا انتقال پر ملال/تعزیت نامہ

۲۴/ذی قعدہ ۱۴۴۰ھ مطابق:۲۸/ جولائی ۲۰۱۹ء بروز اتوار حضرت مولانا الحاج قاری سخاوت حسین رضوی کے والد الحاج" فرصت حسین شاہ ابراہیمی "مالک حقیقی سے جاملے۔

نام، ولادت و تعلیم :آپ کا نام فرصت حسین شاہ ابراہیمی بن منشی شاہ ہے آپ کی ولادت تقریباً ۱۹۳۹ء میں مرادآباد کے ایک چھوٹے سے گاؤں ناخونکا میں ہوئی اسی گاؤں میں آپ کی پرورش ہوئی. اور آپ کی تعلیمی آماجگاہ "مدرسہ سلامیہ" بنا جو کہ بہادر گنج کی سرزمین پر تھا جس کی باگ ڈور قطب زماں حضرت علامہ الحاج ابراہیم رضا رحمتہ اللہ علیہ سنبھالے ہوئے تھے آپ نے انھیں کے سائے میں تعلیم کا آغاز کیا اور انھیں کے پاس دینی تعلیم حاصل کی اور عربی، اردو اور فارسی میں درک حاصل کیا۔

آپ پابند صوم وصلاۃ تھے اور شریعت کو ہمیشہ ملحوظ خاطر رکھتے تھے اللہ والوں کا ہمیشہ چرچا کیا کرتے تھے آپ انتہائی نیک شریف انسان تھے تصلب فی الدین جو کہ اوصاف حمیدہ میں سے ایک ہے آپ کے اندر موجود تھا۔

اولاد: چار بیٹے ہوئے (۱) حضرت مولانا الحاج قاری سخاوت حسین رضوی مہتمم جامعہ غوثیہ خطیب العلوم ناخونکا مرادآباد (۲) محمد رفاقت حسین (۳) محمد ریاست حسین (۴) محمد لیاقت حسین. اور تین

بیٹیاں چھوڑیں۔

انتقال پرملال:۲۴/ذی قعدہ ۱۴۴۰ھ مطابق ۲۸/جولائی ۲۰۱۹ء بروز اتوار کو بغیر کسی نقاہت و پریشانی کے نبی کریم ﷺ کے وصال کا بیان سنتے ہوئے انتقال ہوا۔ نماز فجر کا وقت تھا آپ نے اسی مبارک و مسعود لمحات میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔

تدفین: آپ کی تدفین آپ کی خواہش کے مطابق جامعہ کے احاطے میں ہوئی۔

جامعہ کے محبین مدرسین وطلبہ حضور مناظرہ اہلسنت کی اس غم کی گھڑی میں آپ کے غم میں برابر کے شریک ہیں اور آخر میں دعا گو ہیں کہ اللہ رب العزت اپنے حبیب کے صدقے میں آپ کے والد گرامی کی بے حساب مغفرت فرماکر جوار خاص میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین

شریک غم: محمد شریف مصباحی خادم التدریس جامعہ غوثیہ خطیب العلوم ناخونکا مرادآباد۔

مسلسل بارشوں اور شدید طوفانوں نے باشندوں کا سکون غارت کرکے رکھ دیا ہے

مبارک پور اعظم گڑھ (نامہ نگار) امن و امان اور پرسکون زندگی ہر انسان کی قلبی آرزو ہوتی ہے مگر افسوس بعض علاقوں میں مسلسل بارشوں اور شدید طوفانوں نے باشندوں کا سکون غارت کرکے رکھ دیا ہے ہندوستان کے متعدد صوبوں بالخصوص بہار میں آئے دل دوز سیلاب پر اظہار تشویش کرتے ہوئے درد مند قوم و ملت جامعہ اشرفیہ کے استاذ مفکر اسلام مولانا مبارک حسین مصباحی نے جامعہ اشرفیہ میں واقع اپنی آفس میں نمائندہ انقلاب سے ایک خصوصی بات چیت کے دوران سیلاب متاثرین سے اظہار ہمدردی کرتے ہوئے کہا کہ حکومتی سطح پر اور تنظیموں کی جانب سے سیلاب متاثرین کی جو امداد رسی ہو رہی ہے بہت ہی قابل تحسین عمل ہے فلاحی و سماجی اور رفاحی تنظیموں خصوصیت کے ساتھ حکومتی سطح پر سیلاب میں پھنسے افراد کی مزید فریادرسی کے ساتھ ان کی بھرپور مدد ہونی چاہئے۔ انھوں نے مزید کہا کہ امریکہ کی راجدھانی واشنگٹن سے لے کر ہندوستان کے شہر ممبئ عظمی تک بارشوں اور سیلابوں نے خوب متاثر کیا گزشتہ دنوں ممبئ میں تو تباہی و بربادی ہونے کے ساتھ انسانی جانوں کا بھی نقصان ہوا، خبروں کے مطابق سیلاب کی زد میں آنے سے بہار ۷۸ آسام ۳۹ میگالیا ۸ اترپردیش ۲ اور میزورم میں پانچ افراد ہلاک ہوئے اس طرح ہندوستان کے مشرقی اور شمالی مشرقی علاقوں میں مان سون بارشوں اور سیلاب سے ہلاکتوں کی تعداد ۱۳۶ بتائی جاتی ہے آگے کہا کہ معلومات کے مطابق صوبہ بہار میں ۵ ملین آسام میں ۵٫۴ ملین افراد متاثر ہیں دیگر علاقوں میں بھی صورتحال انتہائی دردناک ہے۔ مکانات مسلسل زمین بوس ہو رہے ہیں بڑی تعداد ان حضرات و خواتین اور نونہالوں کی ہے جو پانی میں کی زد میں ہیں متعدد عورتوں کے سامنے ان کے شوہر یا بھائی اور بیٹے سیلاب میں بہہ گئے، کتنے ہی افراد بروقت کھانوں سے محروم اور بھوک کی شدت سے تڑپ رہے ہیں۔ اب یہ تو خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ کتنے جانور سیلاب میں بہہ گئے اور کتنے زندگی اور موت کے درمیان پریشانیوں کے دور سے گزر رہے ہیں۔ اللہ تعالی کا شکر ہے ضرورت مندوں کی راحت رسانی کی خدمات انجام دی جارہی ہے اس سلسلے میں حکومتی سطح پر بھی کوششیں ہو رہی ہیں جن کی وجہ سے لوگوں کی جانیں بچ رہی ہیں بھوکوں کو کھانا مل رہا ہے اور دیگر ضروریات کی بھی تکمیل ہو رہی ہے آگے کہا کہ محکمہ موسمیات نے ۹ علاقوں میں ۲۱ تا ۳۰ جولائی مزید بارشوں کی پیشن گوئی کی ہے صوبہ کیرالا کے تین علاقوں کے لیے ریڈ الارم جاری ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالی سبھی سیلاب متاثرین کو جلد سے جلد اس سے نجات عطا فرمائے۔

[از محمد رحمت اللہ مصباحی، رپورٹ: روزنامہ انقلاب، بنارس]

ماہنامہ اشرفیہ حاصل کریں

(۱) کلیم بک سیلر

پٹرول ٹنکی کے پاس، حیات گنج، ٹانڈہ، امبیڈکر نگر

(۲) حاجی ابرار احمد عزیزی، جنرل اسٹور، پیلی کوٹھی، بنارس

(۳) قاری غیاث الدین، جلال پور، امبیڈکر نگر

(۴) حافظ ظہیر احمد، مدرسہ ندائے حق، جلال پور، امبیڈکر نگر

(۵) امیر الحکیم عرف راجو

دوکان نمبر ۲۳/ حافظ لنگڑے کی مسجد، بنارس

(۶) قاری محمد شرف الدین مصباحی

سنی نئی مسجد، گھڑوپ دیو، ممبئ